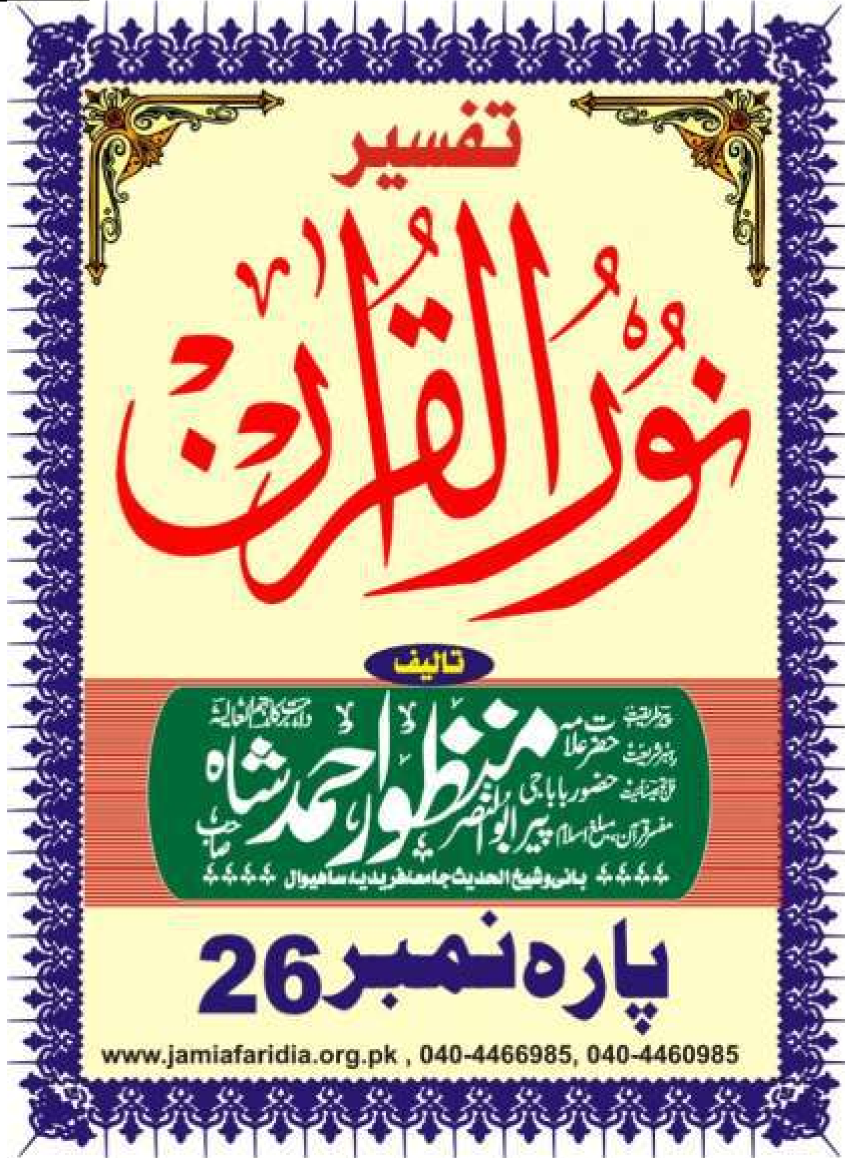

تفسیر
نور القرآن
تالیف
حضرت علامہ
حضور باباجی
مفسر قرآن مبلغ اسلام پیر ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب
بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال
پارہ نمبر26
www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

سورۃ الاحقاف

اس سورۃ پاک میں چار رکوع ہیں اور پینتیس آیات مبارکہ۔ یہ سورۃ مبارکہ ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے نازل ہوئی اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کو حوصلہ ہمت اور صبر کی تلقین فرمائی گئی۔اس سورۃ پاک کے نزول کے وقت کفار کی طرف سے ظلم و تشدد کی انتہا ہو گئی تھی، کفار اسلام کی ترقی کو دیکھ کر جل بھن رہے تھے اور ہر قیمت پر اس نہ بجھنے والی شمع کو بجھانے کی سوچتے رہتے تھے۔ مسلمانوں سے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کر چکے تھے اس پر معاہدہ تحریر ہو چکا تھا کہ بنو ہاشم سے تعلقات ختم ہوں، لین دین بند کیا جائے، کاروبار میں علیحدگی ہو، بیاہ شادی کے معاملات بند ہوں انہیں سنگین حالات میں حضور ﷺ تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔اس مقاطعہ سے شدید پریشانی ہوئی، یہ محاصرہ ٹوٹا ہی تھا کہ حضور کے چچا ابو طالب وفات پا گئے اور اس صدمہ کو بمشکل ایک مہینہ گزرا تھا کہ آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ انتقال فرما گئیں۔یکے بعد دیگرے ان صدمات کی وجہ سے حضور ﷺ اس سال کو " عام الحزن" رنج و غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔ جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد کفار مکہ اور دلیر ہو گئے، اس زمانہ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ قریش کے اوباشوں میں سے ایک شخص نے حضور ﷺ کے سر مبارک پر مٹی بھی ڈالی تھی، انہیں پریشانیوں میں ہی حضور ﷺ طائف تشریف لے گئے، حضرت زید بن حارثہ ساتھ تھے، اہل طائف نے آپ کی تبلیغ کو بُرا منایا اور شہر سے نکل جانے کا نوٹس دے دیا۔ اہل طائف کو خطرہ ہو گیا کہیں حضور ﷺ کی تبلیغ ان کی اولاد کو ہبل سے دور نہ کر دے، آپ پر پتھر برسائے گئے جوڑا مبارک خون سے بھر گیا ایک باغ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ کر آپ نے بارگاہِ قدس میں ایک دُعا کی، اے اللہ ! تیری بارگاہ میں اپنی بے چارگی کا شکوہ کرتا ہوں، اے اللہ ! تو سارے کمزوروں کا رب ہے میرا رب بھی تو ہے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے۔ اے اللہ تو مجھ پر ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی قسم کی پرواہ نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، ابن ہشام نے اس غم بھری دُعا کو تفصیل سے نقل کیا ہے۔

اس سورۃ پاک میں جنات کے قرآن سن کر واپس جانے کا واقعہ بھی ذکر ہے اس واقعہ کو کتب سیرت نے تفصیل سے لکھا ہے، جب حضور ﷺ طائف سے واپس لوٹے اور مقام نخلہ پر ٹھہرے تو جنات کا واقعہ پیش آیا آپ نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا انہوں نے قرآن سنا

اور ایمان لائے، طائف میں انسانوں نے تو حضور کی تبلیغ سے نفرت کی مگر جن آپ کے گرویدہ ہوگئے ہیں اور اس دین کو اپنی قوم میں پھیلا رہے ہیں۔

آپ قرن المنازل کے قریب پہنچے تو جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی حضور پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے پھر پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کی آپ فرمائیں تو پہاڑوں کو ان لوگوں پر اٹھا دوں، فرمایا نہیں مجھے اُمید ہے اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو خدا کی بندگی کریں گے۔

اس سورۃ پاک میں کفار کو ان کی گمراہیوں کے نتائج سے خبردار بھی کیا گیا ہے، اس سورۃ میں ان لوگوں کی تکذیب ہے جو حشر نشر کا انکار کرتے تھے اور جو لوگ اپنے باپ دادا کی روش پر رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ اس سورۂ پاک میں کفار کی گمراہیوں میں سے ایک ایک کی مدلل تردید کی گئی ہے اور انہیں بتایا گیا ہے، اسلام سے انکار کرو گے تو انجام برا ہوگا۔ اس سورۂ پاک میں والدین سے حسن سلوک کا حکم بھی ہے اس میں ہود علیہ السلام کی قوم کا حال بھی ذکر کیا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۞١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞٢ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞٤

صدق اللہ العظیم

حم (۱) اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے (۲) ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا اور ایک معین مدت تک کیلئے اور کفار اُس عذاب سے رُو گردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے (۳) آپ کہئے تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو کیا تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے مجھے بھی دکھاؤ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ

پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا پہلے علم کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو (۴)

زمین وآسمان کی تخلیق

یہ سورۃ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس کے چار رکوع ہیں اور ۳۵ آیات مبارکہ ہیں، اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے۔ حا میم کے بارہ میں بعض مفسرین نے کہا "حا" سے مراد اہل توحید ہیں اور " میم" سے مراد مزید راضی ہونے کی طرف اشارہ ہے، بعض نے یہ کہا "حا" سے مراد زندہ دلوں کی طرف اشارہ ہے "تنزیل الکتاب" کی تفسیر کے بارہ میں سورۃ الجاثیہ میں بھی ذکر آچکا ہے کہ یہ قرآن حق اور سچ ہے وہ اللہ سبحانہ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو بہت غالب ہے اور بے حد حکمت والا ہے۔ اس کتاب کے جو احکام ہیں وہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل ہیں چونکہ یہ کتاب بہت غالب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس لئے اس کتاب کی عبارت فصاحت و بلاغت تمام کتابوں پر غالب ہے۔

اور فرمایا آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی سب چیزوں سے مراد ہر مخلوق ہے کہ ساری مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ حضرت حارث بن مالک انصاری فرماتے ہیں حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے فرمایا حارث تم نے کس حال میں صبح کی میں نے عرض کی حضور میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں بر حق مومن تھا فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے [1]

میں نے عرض کی حضور میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بے رغبت کر لیا ہے اور شب بیداری کی اور مطمئن رہا گویا میں نے اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھا ہے تب حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اے حارث! تم نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی۔

1 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب الحارث بن مالک الانصاری الرقم 3367 ص 266
ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد (المتوفی 235ھ)، باب مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم 30423 ص 6/ 170
ابوبکر احمد بن المتوفی 292ھ)، المسند البزار عمرو، باب مسند ابی حمزۃ انس بن مالک الرقم 6948 ص 13/ 333

"واجل مسمی" کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ کائنات کا وجود ایک وقت تک ہے جو دلیل ہے کہ قیامت قائم ہو گی اور یہ دنیا ایک معین مدت تک ہے۔[1]

"والذین کفروا" کے ارشاد سے پتہ چلتا ہے جس شخص نے قرآن مجید کا انکار کیا کسی آیہ کا انکار کیا یا کسی حکم خداوندی کا انکار کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے،[2]

محبوب آپ کہہ دیجئے لوگو! تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کو بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے یا اس سے پہلے کوئی کتاب لاؤ یا پہلے علم کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو۔ قرطبیؒ کہتے ہیں دلیل نقلی کی دو قسمیں معتبر ہیں ایک آسمانی کتاب جو اللہ تعالی نے کسی پیغمبر پر نازل کی ہو دوسرا رسول کا قول جو معتبر اسناد کے ساتھ ثابت ہو۔ "اثارہ من علم" کا یہی مفہوم ہے۔ اثارۃ من علم کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں مگر معتبر قول یہی ہے۔[3]

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ صدق اللہ العظیم

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو ان کو پکارے جو قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ ان (کافروں) کی پکار سے بے خبر ہیں (۵) اور جب لوگوں کو (میدان حشر میں) جمع کیا جائے گا تو ان کے (خود ساختہ) معبود ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے (۶) اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کفار اس حق کے متعلق کہتے ہیں جو ان کے پاس آچکا ہے یہ کھلا جادو ہے (۷)

1 الاحقاف، 3:46
2 الاحقاف، 3:46
3 الاحقاف، 4:46

مشرکین کی تردید

اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ مکہ میں بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ مشرکین نے کعبہ کے اندر بت رکھے ہوئے تھے جن کی پرستش کرتے تھے ان کی اس گمراہی کو بیان فرمایا جارہاہے ، اے مشرکین ! تم کس قدر جاہل ہو ان بتوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں ایسے پتھروں کے مجسموں کی عبادت سراسر جہالت ہے ، تمہارا یہ سمجھنا کہ یہ کسی مشکل میں تمہیں کام دیں گے تمہاری عقلوں پر پردہ کی کھلی دلیل ہے اس سے زیادہ نادان اور گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں اس طرح ہے کہ اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسے سوال کرتا ہے جو وہ قیامت تک پورے نہ کر سکیں گے وہ اس سے غافل ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑ سکتے ہیں کہ وہ بے جان پتھر ہیں۔[1]

ابو حیان اندلسی اس طرح لکھتے ہیں وہ ایسے بے جان پتھر کو پکارتے ہیں جو نہ ہی جواب دے سکتا ہے اور نہ جواب دینے کی طاقت ہے۔[2]

آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ جو بتوں کو پکارے گا وہ قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ کافروں کی پکار سے بے خبر ہیں ، اس آیہ کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ سب گمراہ ہیں اور جاہل ہیں جو اپنے مصائب میں بتوں کو پکارتے ہیں وہ قیامت تک ان کی پکار کو نہیں سن سکتے ان کے بت تو ان کی فریاد دنیا میں بھی نہیں سن سکتے۔ قیامت کا ذکر کیوں ہے وہ اس لئے کہ دنیا کے مصائب کی نسبت قیامت کے دن کی مصیبت ان کیلئے بہت سخت ہو گی اس دن وہ بت ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے جن کی دنیا میں عبادت کرتے تھے وہ تب کہیں گے کہ انہوں نے ہماری عبادت نہیں کی انہوں نے درحقیقت اپنی خواہشات کی پرستش کی۔

آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ بت ان کی فریاد سے غافل ہیں کہ وہ بت جمادات ہیں وہ کس طرح ان کی فریاد کا جواب دے سکتے ہیں وہی بت ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

---

1 اسماعیل بن عمر، (المتوفی744ھ)، التفسیر، ابن کثیر، ص7/274

2 اسماعیل بن مصطفی(المتوفی1127ھ)، التفسیر، روح البیان، ص8/464

''واذا تتلیٰ علیھم ''[1] کے ارشاد میں کفار کی ایک اور بری حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے جب ان پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں اُلوہیت کے دلائل اور رسول اللہ کی نبوت کا ثبوت ہے ، حلال و حرام کے واضح احکام ہیں تو کہہ دیتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔

یہ لوگ قرآن پاک کو جادو اس لئے کہتے تھے کہ قرآن مقدس کے ارشادات کا جواب کہیں نہیں مل سکتا وہ یہ جانتے تھے کہ چالیس سال کے بعد یکایک ایسے حیران کن کلام کا حضور ﷺ کی زبان سے صادر ہونا اور اس کا حیران کن اثر انداز ہونا جادو ہی ہو سکتا ہے (معاذ اللہ) انہوں نے سمجھا کہ اس کو ماننے کی بجائے یہی آسان ہے کہ اِسے جادو کہہ دیا جائے۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُہٗ فَلَا تَمۡلِکُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰہِ شَیۡـًٔا ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ کَفٰی بِہٖ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ ؕ وَہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۸﴾ قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ؕ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۹﴾

صدق اللہ العظیم

یا کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اس کو گھڑ لیا ہے آپ کہئے اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ (کے عذاب) سے بچا نہیں سکتے تم اس (قرآن) کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی گواہ ہے اور وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے (۸) آپ کہئے میں رسولوں میں سے کچھ نیا رسول نہیں آیا اور نہ میں (از خود) اتنا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود جانتا ہوں) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں واضح طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں (۹)

---

1 الاحقاف،7:46

قرآن کے بارے میں کفار کا نظریہ اوران کا رد

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے اس قول کا رد فرمایا گیا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ قرآن انہوں نے خود گھڑ لیا ہے ایسی بات کرنے والے علم سے کورے ہیں، حق دیکھنے سے اندھے ہیں حق سننے سے بہرے ہیں ایسا الزام لگانے والوں کو اللہ قیامت کے دن رُسوا کرے گا۔ کفار کا یہ کہنا کہ انہوں نے قرآن خود بنا لیا ہے ان کا یہ قول باطل ہے کہ قرآن مقدس کلام معجزہ ہے اور ایسا کلام بنانا کسی کے بس میں نہیں یہ انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ محبوب! آپ کہئے اگر بالفرض میں نے یہ کلام خود بنایا ہے اور پھر اُسے اللہ کی طرف منسوب کیا ہے تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑانے پر قادر نہ تھے، ایسی صورت میں اللہ مجھے عذاب دیتا اور میں عذاب میں مبتلا ہو جاتا جس سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے اگر بالفرض میں دل سے بناتا اور پھر اُسے اللہ کی طرف منسوب کرتا تو یہ اللہ پر افتراء ہوتا اور اللہ تعالیٰ ایسے افترا کرنے والے کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے تمہیں تو یہ ہمت نہیں کہ تم مجھے اس کے عذاب سے بچا سکو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری وجہ سے اللہ پر افترا کرتا۔

کفار نے حضور ﷺ سے کئی بے معنی اعتراضات مطالبات کئے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ قرآن حضور ﷺ نے خود بنا لیا ہے، ایسے بے معنی اعتراضات و مطالبات میں ایک یہ بھی تھا زمین میں چشمہ جاری کر دیں، فرشتے ہمارے سامنے لائیں، آسمان پر چڑھ جائیں، کوئی کتاب نازل کر کے دکھائیں، آپ غیب کی خبریں دیں، ان سب اعتراضات کا جواب اس طرح دیا گیا محبوب! آپ کہئے میں کوئی نیا رسول نہیں یعنی پہلا رسول نہیں ہوں کہ تم مجھ سے اس قسم کے معجزات طلب کرتے ہو اس لئے تمہیں میرے دعویٰ رسالت کو مسترد نہیں کرنا چاہئے۔

آپ کہہ دیجئے تم نے جو مجھ سے معجزات طلب کئے ہیں اور غیبی خبروں کا مطالبہ کیا ہے تو سن لو اللہ کی اجازت و اذن کے بغیر میں کوئی معجزہ پیش کر سکتا ہوں نہ کوئی غیبی خبریں دے سکتا ہوں، از خود میں کسی چیز پر قادر نہیں میں تو از خود یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے تمہارے ساتھ کیا ہو گا، میں تو وحی الٰہی سے بتاتا ہوں۔ اس آیہ مبارکہ پر مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے خلاصہ کے طور پر یہی کہہ دیا جائے تو کافی ہے "لا ادری" [1]
میں علم کی نفی نہیں، درایت کی نفی ہے اور درایت کا معنی ہے کسی چیز کو اٹکل، حیلہ، قیاس سے جاننا اور نبی کے علوم اللہ کی عطا سے ہیں اٹکل تخمینہ سے نہیں اسی درایت کی نفی ہے علم کی نہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الاحقاف، 46؛9

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَكَفَرۡتُمۡ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى مِثۡلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۰ صدق اللہ العظیم

آپ کہئے اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کر چکے ہو (تو پھر تمہارا کیا انجام ہو گا) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہو گی) اور بے شک ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۰)

قرآن سے کفر کا انجام

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا، محبوب !آپ کہئے اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر کر چکے ہو تو پھر تمہارا انجام کیا ہو گا پھر بنی اسرائیل میں سے ایک شخص اس کی تصدیق بھی کر چکا ہے ، بنی اسرائیل کے ایک شخص سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں ، بنی اسرائیل کے ایک شخص کی تائید ایک حدیث شریف سے اس طرح ہوتی ہے ، حضرت انس فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلام کو پتہ چلا حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لا چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں ان سے ایسے سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پہلا سوال یہ کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے ؟ دوسرا سوال یہ کہ جنتیوں کا پہلا کھانا کونسا ہو گا؟ تیسرا سوال یہ کہ بچہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہہ کیسے ہوتا ہے ؟ چنانچہ یہ حاضر ہوئے اور یہ سوال پیش کر دیئے۔

حضور ﷺ نے تینوں کے جوابات دے دئے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی ، دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ جنتیوں کی پہلی خوراک مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہو گا ، تیسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے ۔آپ کے یہ جوابات سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے فوراً کہا " اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انك رسول اللہ "[1]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں اور گواہی دیتا ہوں بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں [2]

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری ، باب من کان عدو جبریل الرقم 4480 ص 6/19

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری ، باب من کان عدو جبریل الرقم 4480 ص 6/19

پھر حضرت عبداللہ نے عرض کی حضور یہود بہت بہتان لگاتے ہیں اگر انہیں میرے اسلام لانے کا پہلے علم ہو گیا تو بہتان تراشی کریں گے یہود آئے اور حضور ﷺ نے ان سے سوال کیا تم میں عبداللہ کیسے ہیں انہوں نے کہا وہ بہت بہتر ہیں ان کے والد بھی بہت بہتر ہیں وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو؟ یہود نے کہا اللہ اُسے اپنی پناہ میں رکھے، پھر حضرت عبداللہ سامنے آگئے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا، پھر یہود نے حضرت عبداللہ کی مخالفت کی اور بُرا کہا۔ حضرت عبداللہ نے حضور سے عرض کی حضور! مجھے بھی خطرہ تھا کہ مجھے جھٹلائیں گے۔[1]

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں آیہ کریمہ " وشهد شاهد من بنی اسرائیل "حضرت عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی۔[2]

ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں حضور مدینہ منورہ آئے تو لوگ جمع ہو گئے میں بھی حاضر ہوا میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر کہا یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ نے مدینہ والوں سے جو پہلی تبلیغ فرمائی یہ تھی لوگوں کو سلام کیا کرو، کھانا کھلایا کرو، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو جب لوگ سوئے ہوں تو اُٹھ کر نماز پڑھا کرو (تہجد) اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ[3]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ صدق الله العظيم

اور کافروں نے ایمانداروں سے کہا اگر یہ (قرآن) بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ کرتے اور جب انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہ کی تو عنقریب یہ کہیں گے یہ قدیم جھوٹ ہے (۱۱) حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب (تورات) پیشوا اور رحمت بن کر آچکی ہے اور یہ کتاب عربی زبان میں اس کی تصدیق کرنے والی ہے تا کہ ظالموں کو (عذاب سے) ڈرائے اور نیکو کاروں کو بشارت دے (۱۲)

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب من کان عدو جبریل الرقم 4480 ص 6/19
2 الاحقاف، 46:10
3 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، الرقم 2487 ص 4/653

توحید ورسالت کے دلائل

کافروں نے ایمانداروں کو متوجہ کر کے کہا اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس پر ایمان لانے میں ہم پر سبقت نہ کرتے۔ کفار نے جب یہ سنا کہ ایک جماعت حضور ﷺ پر ایمان لے آئی ہے تو انہوں نے ان مسلمانوں سے کہا جو ان کے سامنے تھے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ ہم سے پہل نہ کرتے اور کفار جب حق کو نہ پہچان سکے اور اپنے کفر پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب انہوں نے قرآن سے ہدایت حاصل نہ کی تو یہ عنقریب کہیں گے یہ قرآن تو بہت پرانا جھوٹ ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آچکی ہے اس کتاب سے مراد تورات ہے، آیہ مبارکہ میں تورات کو امام کہا گیا کہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت میں تورات کے احکام کی پیروی کی جائے گی جس طرح نماز میں امام کی پیروی کی جاتی ہے اس کتاب کو رحمت فرمایا گیا یعنی جو شخص اس پر ایمان لائے گا وہ اس کیلئے رحمت ہے، اس آیہ پاک میں فرمایا گیا، قرآن پاک کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ تم بھی مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی اور تورات کو امام اور مقتدا بنایا تھا اور تورات میں حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے جب تم نے تورات کو امام اور مقتدیٰ مان لیا ہے تو اس کے اس حکم کو بھی مانو کہ حضور کا رسول ہونا برحق ہے، اس کے بعد فرمایا گیا یہ کتاب عربی زبان میں اس کی تصدیق کرنے والی ہے تا کہ ظالموں کو عذاب سے ڈرائے اور نیکوں کو بشارت دے۔

اس آیہ مبارکہ کا حاصل یہ ہے جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے اور جو تصدیق کرتے ہیں ان کو قیامت میں اجر و ثواب کی بشارت دی جائے۔

ان آیات مبارکہ میں کفار کے کبر و غرور کا بھی ذکر ہے کہ وہ اپنے کو عقل کل سمجھتے ہیں کہ اگر قرآن اچھی بات ہوتی تو ہم پہلے مانتے اور اس کو رد نہ کرتے اور وہ کہتے ہم نے اسلام کو خوب جانا ہے پہچانا ہے کہ اس میں خرابیاں ہیں ورنہ ہم مانتے دراصل یہ ان کی بد نصیبی تھی بد بختی تھی کہ اسلام سے دور رہے کفار کے اس قول کی تردید کی جارہی ہے کہ قرآن قدیم جھوٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے یہ قدیم سچائی ہے اور ایسی سچائی جس کو ہر زمانہ کے لوگوں نے قبول کیا اور حرز جاں بنایا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ
وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ
اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ
اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ
وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اسی پر پکے رہے ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۳) یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ان کے نیک کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے (۱۴) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے اس کو مشکل کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا اور تکلیف برداشت کر کے اُسے جنم دیا اور اس کو پیٹ میں اُٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا حتیٰ کہ جب وہ اپنی قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو کہا اے میرے رب مجھے طاقت دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور تو میری اولاد میں بھی نیکی رکھ بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں فرمانبردار ہوں (۱۵)

ایمانداروں کے انعامات

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں توحید و رسالت کے دلائل تھے اب ان دلائل کو ماننے والے ایمانداروں کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ یہ لوگ جو توحید و رسالت کے عقائد پر ثابت قدم رہے اور کسی قسم کا کوئی حادثہ ان کے پاؤں میں لغزش پیدا نہ کر سکا یہ لوگ جنتی ہیں ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا اور نہ ہی غمگین ہوں گے ان کے جنت میں جانے کا ظاہری سبب یہی ہے کہ ان کے اعمال صالحہ ان کے کام آئے مگر حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح فرمایا" فضلا من ربک ذلک ھو الفوز العظیم " دوزخ سے بچنا جنت میں جانا تیرے رب کا فضل ہے [1]

آیہ مبارکہ میں انسانوں کو اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم فرمایا گیا ہے اس کی ماں نے اُسے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا، مصیبت کے ساتھ اُسے جنا، پیٹ میں اُٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا طاقت ور ہوا تو اللہ سے معافی مانگی اور شکر کرنے کی توفیق چاہی۔ اس آیہ مبارکہ کے علاوہ قرآن مقدس کے متعدد مقامات پر والدین سے حسن سلوک کا ذکر بھی موجود ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر فرمایا تیری ماں، اس آیہ پاک میں بھی ماں کا ذکر تین مرتبہ ہے۔ [2]

والدین سے حسن سلوک کی اہمیت ایک اور حدیث پاک سے اس طرح واضح ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو یہ تین مرتبہ فرمایا عرض کی گئی حضور کس کی ناک؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا اُن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہیں ہوا۔ [3]

ایک اور حدیث پاک میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی فرمایا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں عرض کی جی ہاں فرمایا ان کی خدمت میں جہاد کرو [4]

---

1 الدخان، 44: 57

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب من احق الناس بحسن الصحبة الرقم 5971 ص 8/2
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب برالوادین اونهما احق به الرققم 2548 ص 4/ 1974
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب انهى عن المساك فى ايحاة الرقم 2706 ص 2/ 903

3 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب رغم انف من ادرك ابويه او احدهما الرقم 2551 ص 4/ 1978
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی سن اهل الجنة الرقم 2545 ص 4/ 682

4 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب لایجاهد الا باذن الابوین الرقم 5972 ص 8/ 3
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فی الرجل یغزو وابواه کارهان الرقم 2529 ص 3/ 17
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب براوالدین وانهما احق به الرقم 2549 ص 4/ 1945

یہی عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور جہاد جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، فرمایا تمہاری ماں ہے عرض کی جی ہاں زندہ ہے فرمایا اس کے پاس رہو کہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔[1] آیہ مبارکہ میں بچے کو دودھ پلانے کی مدت کا ذکر ہے، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک دودھ پلانے کی انتہائی مدت اڑھائی سال ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ مدت فقط دو سال ہے یہی قول زیادہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جب وہ انسان اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو کہا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور میں وہ نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو، میری اولاد میں بھی نیکی رکھ دے میں تیری طرف رجوع کرنے والا ہوں اور اطاعت گزار ہوں،[2]

بہ کثرت مفسرین نے کہا اس آیت میں (انسان کے مصداق) ابو بکر صدیق ہیں اس میں ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس آیہ میں اس انسان کی فضیلت فرمائی گئی جس نے ۴۰ سال کی عمر میں اللہ کی نعمت کا شکر ادا کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اڑتیس سال کی عمر میں اسلام لائے جو چالیس کے قریب ہے آیہ پاک میں جس انسان کا ذکر ہے اس کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے، عہد رسالت میں صرف ابو بکر ہی تھے جن کے ماں باپ مسلمان تھے، یہ اوصاف حضرت ابو بکر صدیق کے علاوہ کسی میں نہ تھے۔

چالیس سال کی عمر کے سلسلہ میں ابن کثیر نے ابی یعلیٰ سے ایک روایت نقل کی ہے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بندۂ مومن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرما دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کو پہنچ جائے تو اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور جب یہ بندۂ مومن ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور جب یہ بندۂ مومن اسی سال کو پہنچ جائے تو اس کی حسنات کو قائم کر دیا جاتا ہے اور اس کی برائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے آیہ مبارکہ میں چالیس سال کو پہنچنے کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ چالیس سال کا ہو جائے تو اس کو اپنی اصلاح اور اپنے اہل و عیال کی اصلاح اور آخرت کی فکر غالب ہو جانی چاہئے۔[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، سنن نسائی، باب الرخصة فی التخلف عن له والدان الرقم 3104 ص 6/11
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الرجل یغزو وله ابواق الرقم 2781 ص 2/929

2 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 8/469

3 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 8/469

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّـَٔاتِهِمْ فِىٓ أَصْحَٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِى كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾ وَالَّذِى قَالَ لِوَٰلِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِىٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِى وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ ءَامِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَٰسِرِينَ ﴿١٨﴾

صدق اللہ العظیم

یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک کاموں کو ہم قبول کرتے ہیں اور جن کی کوتاہیوں سے در گزر کرتے ہیں یہ جنتی لوگوں میں سے ہیں، اللہ کا سچا وعدہ ہے جو اُن سے کیا جاتا تھا (۱۶) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تم پر اُف ہے تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت صدیاں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لئے ہلاکت ہو، ایمان لے آ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے قصے ہیں (۱۷) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی حجت پوری ہو چکی یہ جنات اور انسانوں کے ان گروہوں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یہ لوگ بڑا نقصان اُٹھانے والوں میں سے تھے (۱۸)

والدین کی نافرمانی کا وبال

پہلی آیہ پاک میں ماں باپ کے فرمانبردار کا ذکر تھا اس میں نافرمان اور سرکش کا ذکر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد عبدالرحمان بن ابو بکر ہیں جب حضرت ابو بکر نے انہیں ایمان لانے کا کہا تو انہوں نے کہا آپ مجھے اس بات سے ڈراتے ہیں کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا اور مجھے میدان حشر میں لایا جائے گا۔[1]

حسن بصری فرماتے ہیں یہ آیہ پاک ایک کافر اور فاجر کے بارہ میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا منکر تھا وہ اپنے ماں باپ سے کہتا تھا کہ تم مجھے ڈرا رہے ہو حالانکہ پہلے صدیاں گزر چکی ہیں اور کتنے لوگ مر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں اُٹھایا گیا۔[2]

---

1 علی بن محمد (المتوفی 741ھ)، تفسیر خازن، ص 4/131

2 علی بن محمد (المتوفی 741ھ)، تفسیر خازن، ص 4/131

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: یہ آیہ پاک کافر کے حق میں نازل ہوئی، عبدالرحمان بن ابو بکر کے متعلق کہنا صحیح روایت نہیں، امام فخر الدین رازی کافر کے بارہ میں ہی اس کا نزول فرماتے ہیں۔[1]

اس آیہ کا عبدالرحمان بن ابو بکر کے حق میں نزول صحیح روایت نہیں، آپ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور بہت اچھے کام کئے، امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں، عبدالرحمان بہت بہادر تھے بہترین تیر انداز تھے جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور سات بڑے کافروں کو قتل کیا[2] آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی حجت پوری ہوئی یہ جنات اور انسانوں کے ان گروہوں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر گئے یہی لوگ نقصان اُٹھانے والوں سے ہیں۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾



ہر طبقہ کیلئے ان کے اعمال کے مطابق درجے ہیں اور اُنہیں ان کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۱۹) اور جس دن کفار کو دوزخ میں ڈالا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے (۲۰)

نیک و بد کا انجام

اس آیہ مبارکہ میں نیک و بد کی پوری پوری جزا کا ذکر ہے، جو اپنے ماں باپ سے نیکی کرتا ہے جس درجہ اور مرتبہ کی نیکی کرے گا، اس کو اُسی مرتبہ اور اُسی درجہ کا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اس سے پہلی دو آیتوں میں دو شخصوں کا ذکر فرمایا گیا، ایک مومن ہے جو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے اور ایک کافر

1 ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن (المتوفی606ھ)، تفسیر رازی، ص28/20
2 ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن (المتوفی606ھ)، تفسیر رازی، ص28/20

ہے جو ماں باپ کا نافرمان ہے۔ان دونوں کو آخرت میں اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔اس آیہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے اہل دوزخ کے درجات نیچے کی جانب ہیں اور اہل جنت کے درجات اوپر کی جانب ہیں۔ان میں سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا جس دن کفار کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا تم اپنی لذیذ چیزیں زندگی میں لے چکے ہو،ان سے فائدہ اُٹھا چکے ہو آج تمہارے لئے ذلت والا عذاب ہے،امام رازی فرماتے ہیں نیک لوگ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں تاکہ آخرت میں ثواب زیادہ ہو۔یہ بھی یاد رہے کہ مومنوں کو دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کی مخالفت نہیں کہ یہ آیہ کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ دنیا میں نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے تھے مگر اللہ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔آیہ کریمہ میں دنیا میں اچھی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب ہے، انکار نہیں کیا جا سکتا البتہ اتنی دلچسپی اور اس قدر رغبت کہ نفس سرکشی کی طرف مائل ہو جائے بچنا چاہئے۔جائز چیزوں سے فائدہ اٹھانے،زیب وزینت کو اپنانے میں اسلام نے رکاوٹ نہیں کی،قرآن مقدس فرماتا ہے"قل من حرم زینت اللہ التی اخرج لعبادہ"محبوب آپ کہہ دیجئے جس زینت کو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے،[1]

ہاں آخرت میں ثواب میں اضافہ کی خاطر پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کا ترک کرنا ایک اچھا عمل ہے۔

حضور ﷺ کے کئی ارشادات سے دنیا کے عیش اور لذتوں سے اجتناب کا عنوان ملتا ہے، حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک موقعہ پر حضور ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ یہ آیہ پاک پڑھ رہے تھے"الھٰکم التکاثر" زیادہ کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا۔ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تمہارا مال صرف وہی ہے جس کو تم نے صدقہ کر کے روانہ کر دیا یا جس کو تم نے کھا کر فنا کر دیا یا جس کو تم نے پہن کر پرانا کر دیا۔[2] دنیا کی لذت سے اجتناب اور سادگی اختیار کرنے میں ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ اور آپ کے اہل نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتی کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الاعراف،7: 32

2 التکاثر،102: 1

3 قاضی محمد ثناء اللہ(المتوفی1225ھ)،تفسیر مظہری،ص8/469

وَاذۡكُرۡ اَخَا عَادٍ ؕ اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَهٗ بِالۡاَحۡقَافِ
وَقَدۡ خَلَتِ النُّذُرُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖۤ
اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ
يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَاۡفِكَنَا عَنۡ
اٰلِهَتِنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ
الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۖ
وَاُبَلِّغُكُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖ وَلٰـكِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا
تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ صدق اللہ العظیم

(اے حبیب کریم) عاد کے ہم قبیلہ (ہود) کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو احقاف (بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ان سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آنے والے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بیشک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے (۲۱) انہوں نے کہا کیا آپ اس لئے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹادیں سو آپ وہ عذاب لے کر آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں (۲۲) (ہود نے) کہا اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہارے متعلق گمان کرتا ہو کہ تم جاہل لوگ ہو (۲۳)

پہلی قوموں سے عبرت

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں توحید پر دلائل اور حضور ﷺ کی رسالت کا ذکر فرمایا گیا چونکہ اہل مکہ لہو ولعب میں مبتلا تھے، مال ودولت کے بل بوتے پر سرکشی کرتے تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں کفار مکہ کو عبرت دلانے کیلئے قوم عاد کے ہم قبیلہ ہود کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور تکبر و غرور کو چھوڑ کر ہدایت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف سے ڈرایا" احقاف" ریگستانی بستیوں کا نام ہے احقاف کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمن میں ایک وادی ہے ہود علیہ السلام سے پہلے بھی انبیاء نے قوم سے فرمایا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ آپ نے فرمایا مجھے تم پر عذاب کا خطرہ ہے قوم

نے جواب دیا آپ اس لئے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دیں اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لائیں جس سے ڈرا رہے ہیں۔[1]

قوم کو ہود علیہ السلام نے جواب دیا عذاب کے آنے کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے میرے خیال میں تم لوگ جاہل ہو، اس لئے کہ تم اپنے کفر اور جہل پر اصرار کر رہے ہو اور میرا غالب ظن یہ ہے کہ تمہاری جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تم پر عذاب آنے کا وقت آ گیا ہے یا آپ نے قوم کو اس لئے جاہل فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا جاتا ہے یا اس لئے جاہل فرمایا کہ وہ قوم عذاب کے مطالبہ پر اصرار کر رہی تھی قوم سے فرمایا تم اپنے کو خطرے میں ڈال رہے ہو یہ تمہاری جہالت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ ۫ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے (۲۴) یہ اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو برباد کر دے گی پھر اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں (۲۵) اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر غلبہ دیا تھا جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں

صدق اللہ العظیم

1 قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 8/409

اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آسکے کیونکہ وہ اللہ کی
آیتوں کا انکار کرتے تھے اور اس (عذاب) نے ان کا
گھیراؤ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے (۲۶)

قوم عاد کا انجام

جب قوم عاد نے آندھی کو دیکھا اور محسوس کیا کہ یہ بادل ان پر برسنے والا ہے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قوم عاد پر دیر تک بارش نہ ہوئی تھی ان کی طرف سیاہ بادل بھیجا جسے دیکھ کر خوش ہوئے کہ برسے گا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہود علیہ السلام اپنی قوم میں بیٹھے تھے، بادل آیا قوم نے کہا یہ برسے گا آپ نے فرمایا نہیں یہ عذاب ہے جسے تم نے طلب کیا تھا، اس کے عذاب ہونے کا پتہ انہیں اس وقت چلا جب آندھی شدید زور سے چلی ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہوا میں اُڑنے لگے، آندھی کی شدت سے وہ خود ان کے مویشی زمین و آسمان کے درمیان پرندوں کے پروں کی طرح اُڑے پھر گرے، آندھی کے ڈر سے لوگوں نے دروازے بند کر لئے، آندھی کے زور نے دروازوں کو توڑ دیا ہوا کی شدت سے اُڑنے والی ریت نے اُن کو ڈھانپ دیا وہ سات راتیں اور آٹھ دن اسی طرح مصیبت میں رہے مر گئے پھر اللہ کے حکم سے ہوا نے ان سے ریت کو ہٹایا اور ان کے مردہ جسموں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ آسمان پر کسی بادل کو دیکھتے تو آپ پر گھبراہٹ سی ہوتی جب گھبراہٹ دور ہو جاتی تو فرماتے مجھے (از خود) پتہ نہیں چلتا کہ یہ بادل وہی ہو جیسا کہ قوم عاد کے متعلق تھا۔[1]

ابن عباس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میری باد صبا سے مدد کی گئی اور قوم عاد کو بادبور سے برباد کیا گیا، مشرق سے چلنے والی ہوا باد صبا ہے اور مغرب سے چلنے والی بادبور ہے جس سے قوم عاد برباد ہوئی[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا آندھی اللہ تعالیٰ کی خوشی کے آثار سے ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی۔ تم آندھی کو برا نہ کہو اللہ تعالیٰ سے اُس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو۔[3]

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماجاء فی قولہ وھو الذی ارسل الریاح الرقم 3206 ص 4/ 109

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قول النبی ﷺ نصرت الرقم 1035 ص 2/ 33
محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فی ریح الصبا والزبور الرقم 900 ص 2/ 617
احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب الرقم 2013 ص 3/ 461

3 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب مایقول اذا احاجت الریح الرقم 5097 ص 4/ 326

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی آندھی چلتی تو حضور ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے اے اللہ ! اس آندھی کو رحمت بنادے اور اس کو عذاب نہ بنا، اے اللہ اس کو خوشگوار ہوا بنا دے اور اس کو ناگوار نہ بنا۔ [1]

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ بادل دیکھتے تو دعا فرماتے اے اللہ ! اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، بادل چھٹ جائے تو اللہ کی حمد کرتے بادل برس جاتا تو فرماتے اے اللہ اس کو نفع پہنچانے والا پانی بنادے۔ [2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۚ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں برباد کر دیں اور ہم نے (مختلف قسم کی) نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں (۲۷) پس اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ (معبود) تو ان سے گم ہوگئے اور یہ اُن کا جھوٹ تھا اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے تھے (۲۸) (اے حبیب کریم) یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو آپ سے بغور قرآن سنتے تھے جب وہ نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے چپ ہو جاؤ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف

---

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ) ، سنن ابن ماجه ، باب انهی عن سب الریح الرقم 3727 ص 2/ 1228
سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب عکرمة عن عباس الرقم 11533 ص 11/ 213
ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنی بن یحی (المتوفی 307ھ)، المسند ابی یعلیٰ، باب اول مسند ابن عباس الرقم 2456 ص 4/ 341

2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ) ، السنن ابوداؤد ، باب ما یقول اذا حاجت الریح الرقم 5099 ص 4/ 326
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ) ، سنن ابن ماجه ، باب ما یدعو به الرجل اذا رای اسحاب الرقم 3889 ص 2/ 1280

(عذاب سے)ڈراتے ہوئے واپس گئے (۲۹)
انہوں نے کہااے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی
ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں
کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت دیتی
ہے اور سیدھی راہ کی طرف (۳۰)

جھٹلانے والوں کے انجام سے عبرت

اس آیہ مبارکہ میں اہل مکہ کو مکہ کے قرب وجوار کی بستیوں کی بربادی یاد دلائی جارہی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں، ان بستیوں سے مراد یمن، شام، عاد وثمود کی بستیاں ہیں جب لوگ سفر کرتے اور ان بستیوں پر ان کا گزر ہوتا تو انہیں بستیوں کی تباہی وبربادی نظر آتی اور انہیں ان بستیوں کی بربادی کی خبریں پہلے سے ہی پہنچ رہی تھیں کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے فرمایا جارہا ہے ہم نے انہیں مختلف قسم کی نشانیاں دکھائیں کہ وہ حق کی طرف مائل ہو جائیں، ایمان لے آئیں مگر ان کی اصلاح نہ ہوئی۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کا سہارا لیا، اب قیامت کے دن ان مشرکین کو اللہ کے عذاب سے چھڑانے کیلئے ان کے باطل معبودوں نے مدد کیوں نہ کی، وہ باطل معبود اُن سے گم ہو گئے یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ عاد وثمود پر جب عذاب الٰہی آیا تو ان کے باطل معبودوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی، باطل معبودوں کی پرستش اُن کا جھوٹ تھا اور اللہ پر بہتان تھا کہ وہ بت اللہ کے شریک ہیں۔

اگلی آیہ پاک میں حضور ﷺ کو جنات کا ایک واقعہ یاد دلایا جارہا ہے جو آپ سے بہ غور قرآن سنتے تھے اور جب وہ نبی کے پاس پہنچے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا چپ ہو جاؤ، قرآن پڑھا جارہا ہے انہوں نے قرآن سن کر اپنی قوم جنات سے کہا ہم نے موسیٰ پر اُتاری گئی کتاب کے بعد ایسی کتاب سنی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی راہ بتاتی ہے۔ قرآن پاک سن کر جنات کے ایمان لانے سے مکہ والوں کو ملامت کرنا ہے کہ وہ قرآن سن کر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ جنات کے اس واقعہ کو فرما کر کفار کو بتایا جارہا ہے کہ جن نہ تو حضور کے ہم زبان تھے نہ آپ کی جنس سے انسان تھے جب وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے تو اہل مکہ زیادہ لائق ہیں کہ قرآن پر ایمان لائیں اور اللہ کی توحید اور رسول پاک کی رسالت کو مانیں، جنات

کے اس وفد کے متعلق روایات ملتی ہیں کہ یہ نصیبین کے علاقہ کے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نینوی کا علاقہ ہے، یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ جن شیصان سے تھے۔

ان جنات کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا واقعہ حدیث پاک میں اس طرح ملتا ہے، جنات آسمان تک جاتے اور وہاں کی خبریں لاکر بیان کرتے جب حضور ﷺ عکاظ کے بازار آئے تو شیاطین آسمانوں پر گئے اور انہیں آگ کے گولے مار مار کر پیچھے دھکیل دیا گیا اب جنات نے سوچا ایسا کیوں ہوا پتہ کرو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے، تحقیق کیلئے مشرق و مغرب میں پھیل گئے، پھر وہ جن تہامہ پہنچے حضور ﷺ نے وہاں پر صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو جنات نے تلاوت سنی اور وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور قرآن پاک سننے کی بات بتائی۔ [1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾

صدق اللہ العظیم

اے ہماری قوم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور درد ناک عذاب سے پناہ دے گا (۳۱) اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں کہیں اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (۳۲) اور کیا انہوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کیوں نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے (۳۳)

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ود اولا سواعاً ولا یغوث ویعوق نوح الرقم 4921 ص 6/160
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب الجھر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ الرقم 449 ص 1/331
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ) جامع ترمذی، باب ومن سورۃ الجن الرقم 3323 ص 5/426

جنات کا قرآن کے بارے میں نظریہ

وہ جنات جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن پاک کی تلاوت سنی تھی انہوں نے اپنی قوم سے کہا، اے ہماری قوم ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے جنات نے قوم سے جو ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کتاب اتری ہے جو سیدھی راہ دکھاتی ہے حق دکھاتی ہے ان جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا کہ جن یہودی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے یا اس لئے ذکر نہ کیا کہ توراۃ شریف یہودیوں، عیسائیوں دونوں میں متفق علیہ ہے۔ یہودی انجیل کو نہیں مانتے تھے اور عیسائی انجیل کے علاوہ توراۃ کو بھی مانتے تھے یا اس لئے ذکر نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم تھا کہ وہ تورات کے احکام پر عمل کریں یا اس لئے ذکر نہیں کہ ان جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے متعلق سنا ہی نہیں تھا، جنات نے قوم سے کہا ہماری قوم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام مان لو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔

آیہ مبارکہ میں کہ ایمان لانے کے بعد اللہ بعض گناہوں معاف کر دے گا اس بعض سے مراد یہ ہے ایمان لانے سے پہلے کے گناہ معاف کر دے گا وہ بعض ہی ہیں، ایمان لانے کے بعد گناہ توبہ سے معاف ہوں گے جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں کہیں بھی بھاگ کر اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں اور اللہ کے سوا اُس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلی گمراہی میں ہیں، اللہ کی طرف دعوت دینے والے حضور ﷺ ہیں یہ عنوان کئی احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کا ارد گرد روشن ہو گیا تو پروانے اس پر آکر گرنے لگے اور وہ ان کو روک رہا ہے اور پروانے اس کے روکنے کے باوجود آگ پر گر رہے ہیں میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے منع کر رہا ہوں اور تم زبردستی آگ میں گر رہے ہو۔[1]

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب الانتہاعن المعاصی الرقم 4683ص 8/ 469
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب شفقۃ ﷺ امتہ الرقم 2284ص 4/ 1789
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء فی مثل ابن آدم واھلہ واملۃ الرقم 2874ص 5/ 154

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے کیا انہوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں زمینوں کو پیدا کیا ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں وہ مُردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ قرآن مقدس کے تین اہم مقاصد ہیں، توحید، رسالت اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا۔ پہلی آیات میں توحید و رسالت کا ذکر ہے اس میں موت کے بعد قیامت کو اُٹھنے کا ذکر ہے جو ذات گرامی آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے تھکی نہیں تو اس ذات گرامی کیلئے مُردوں کو زندہ کر کے اُٹھانا کونسا مشکل مسئلہ ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝٣٤ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٣٥

صدق اللہ العظیم

اور جس دن کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا یہ حق نہیں کہیں گے ہمارے رب کی قسم (یہ حق ہے) اللہ فرمائے گا اچھا اب اس کفر کا مزہ چکھو جو تم کیا کرتے تھے (۳۴) (اے محبوب) آپ صبر کیجئے جیسے باہمت رسولوں نے صبر کیا تھا ان کیلئے طلب (عذاب) میں جلدی نہ کیجئے جس دن اس (عذاب) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے (یہ حق کا پیغام ہے) لہٰذا صرف نافرمان لوگوں کو ہی ہلاک کیا جائے گا (۳۵)

کفار مکہ کو تنبیہ

اس آیہ مبارکہ میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی سرکشی اور گمراہی سے باز آئیں اور اسلام کی سچائی کو مانیں، قیامت کے دن جب انہیں دوزخ کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا انہیں کہا جائے گا یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم انکار کرتے تھے، اب بتاؤ یہ حقیقت ہے یا نہیں اس منظر کو دیکھ کر تو وہ مان جائیں گے مگر اب وقت گزر گیا بخشش کہاں؟ اب انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب کریم! کفار مکہ کی قبیح حرکات فتنہ پردازیوں سے دل برداشتہ نہ ہوں، آپ صبر کو مضبوطی سے تھامے رہیں آپ سے پہلے انبیاء

مرسلین جو مبعوث کیئے گئے ان کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے ایسا ہی سلوک کیا، ان انبیاء و مرسلین نے اپنی قوموں کو سختی اور ظالمانہ انداز کو بڑے حوصلہ سے برداشت کیا اور اپنے رب ذوالجلال کی رضا پر راضی رہے اور تبلیغ دین کا فریضہ بدستور نبھاتے رہے۔ آپ بھی انہیں حق کی دعوت دیتے رہیں اور سابق انبیاء علیہم السلام کے طریق پر عمل کرتے رہیں آخر کار یہ ایک دن رُسوا ہوں گے آپ ان کیلئے طلب عذاب کی جلدی نہ کریں جس دن وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی رہے۔ قرآن مقدس کا فیصلہ ہے کہ صرف نافرمانوں کو ہی عذاب دیا جائے گا۔

آیہ مبارکہ میں ذکر ہے کہ محبوب! آپ اولوالعزم رسولوں کی طرح حوصلہ ہمت صبر سے کام لیں۔ اولوالعزم رسولوں کی تعداد کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں، ابو بکر رازی نے تعداد ۱۸ بتائی ہے ایک قول کے مطابق سات ہے ایک قول کے مطابق پانچ ہے، مقاتل کہتے اولوالعزم رسول سات ہیں، نوح علیہ السلام نے قوم کی اذیت برداشت کی، ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جلائے جانے پر صبر کیا، اسماعیل علیہ السلام نے ذبح پر صبر کیا، یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے مصائب اور اپنی بینائی جانے پر صبر کیا، یوسف علیہ السلام نے کنویں میں ڈالے جانے اور قید میں جانے پر صبر کیا، ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری پر صبر کیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں اولوالعزم چار رسول ہیں، ابراہیم موسیٰ، داؤد، عیسیٰ علیہم السلام۔[1] الحمد للہ سورۃ الاحقاف کا ترجمہ اور مختصر تفسیر مکمل ہوئے اللہ کرے زندگی وفا کرے اور بقیہ سورتوں کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 8/417

سورۃ محمد

اس سورۃ پاک کا نام سورۃ محمد (ﷺ) ہے کہ سورۃ کی دوسری آیہ کریمہ میں اسم محمد کا ذکر ہے، اس سورت کا نام سورۃ القتال بھی ہے کہ اس میں کفار کے ساتھ میدان جہاد میں قتال کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ سورۃ پاک مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، اس سورۃ پاک میں جہاد کی عظمت و ثواب کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد میں مدد کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، مجاہدین کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ منافقین کی عادات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔

اس سورۃ پاک میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کی سازشوں سے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مطلع فرما دے گا اور مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ منافقین کی سازشوں کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس سورۃ پاک کے نزول کا زمانہ وہ ہے جب سرزمین مکہ اہل اسلام کیلئے تنگ ہو گئی تھی اور مسلمان اپنی پریشانی کے باعث گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے مسلمانوں سے سب کچھ چھین لیا گیا تھا مگر ان باہمت باحوصلہ مسلمانوں کی خوشی کا عالم یہ تھا کہ یہ سب کچھ چھوڑ آئے مگر دامن مصطفیٰ ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان کے مدینہ منورہ پہنچنے پر کفار کی سختیاں، زیادتیاں بدستور رہیں۔ غریب مسلمانوں کی بھیڑ، بکریاں چرالی جاتیں اگر کوئی مسلمان تنہا مل جاتا تو قتل کر دیا جاتا۔

اس سورۃ پاک کے نزول سے تذبذب کی کیفیت ختم ہو گئی اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ کفار خود گمراہ ہیں اور نور اسلام کو پھیلنے سے روک رہے ہیں ان کی یہ سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی، اسلام کے خلاف ساری محنتیں بے کار ہوں گی ایمان داروں کی کمزوریوں کو دور کر دیا جائے گا۔ اس ارشاد کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ میدان جنگ میں دشمن کو برباد کر دیں کفار کے مقابلہ میں جان دینے والا شہید عظیم مرتبہ پر ہو گا اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو مالی جہاد کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اسلام کو تمہارے مال کی ضرورت پڑے تو دل کھول کر پیش کرو اگر کسی نے بخل سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کو تو کوئی نقصان نہیں ہو گا تم خود خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ اس سورۃ پاک کی اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۳﴾

صدق اللہ العظیم

جن کافروں نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا (۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیئے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی (۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اس کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے حق ہے اسی طرح اللہ لوگوں کو ان کے احوال بیان فرماتا ہے (۳)

کفار مکہ کی گمراہی اور اعمال کی بربادی

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی گمراہی اور ان کے اعمال کی بربادی کا ذکر فرمایا گیا جو لوگ کفر پر ہی اڑے رہے ہیں ان کی بربادی کی کئی صورتیں ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ وہ نور ایمان سے محروم ہو گئے زندگی بھر گمراہی میں پھنسے رہے ان کے کانوں آنکھوں کی صلاحیتیں دم توڑ گئیں نہ تو انہیں حق بات سمجھ آتی ہے نہ سنائی دیتی ہے اور نہ ہی وہ حق کو دیکھ سکتے ہیں ان کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ یہ خود تو گمراہی میں مبتلا ہو گئے مگر اپنی ضد ہٹ دھرمی سے سیدھے سادھے لوگوں کی گمراہی کا سبب بھی بن رہے ہیں اور انہیں حق کی راہ سے دور کرنے کیلئے کوششیں کرتے رہتے ہیں، ان کا یہ عمل ان کی مزید تباہی و بربادی کا باعث ہے ایسے ہی گمراہ لوگوں کے لئے فرمایا ان کے اعمال برباد جاتے ہیں اور دنیا میں کیئے گئے اچھے کام بھی انہیں قیامت کے دن اجر نہ دلا سکیں گے۔

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ ایسے گمراہ طبقہ کی فسادی کوششیں اسلام کو کسی طرح بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی، آخر کار یہ رُسوا ہوں گے اور حق کو فتح نصیب ہو گی۔ ابن عباس فرماتے ہیں ان کفار سے مراد اہل مکہ ہیں جنہوں نے خود توحید کا انکار کیا اور لوگوں کو انکار پر اُکسایا۔ ضحاک فرماتے ہیں ان کفار سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کو عمرہ سے روکا تھا اور حدود حرم میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔[1] ابن عباس فرماتے ہیں ان کفار سے مراد وہ کافر ہیں جنہوں نے بدر میں کفار کے لشکر کی خوراک کا ذمہ لیا تھا۔[2]

اگلی آیہ پاک میں ایمانداروں کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئیے اور حضور ﷺ پر اُتاری گئی کتاب کو دل و جان سے تسلیم کیا اور اپنی زندگیوں کو اللہ کی رضا کے تابع بنالیا، ان پر بارگاہ قدس سے یہ کرم ہو گا ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کے حالات کو بہتر بنادیا جائے گا جو لوگ مفلس، ناتواں تھے انہیں باہمت بنادیا جائے گا ان کے نقائص دور کر کے انہیں عمدہ معیار سے نوازا جائے گا اس لئے کہ جنہوں نے کفر کیا وہ باطل کے پیرو کار تھے اور ایمان والوں نے حق کو اپنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات بیان فرماتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے اسم گرامی محمد کا ذکر ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے سبب کفار مٹادے گا، اور میں حاشر ہوں اللہ تعالیٰ میرے بعد حشر قائم فرمائے گا اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں[3]

اسم گرامی محمد کا یہ معنی کیا گیا ہے ”الذی یحمد حمدا بعد حمد“ جس کی تعریف کی حد نہ ہو، بار بار تعریف ہو۔[4] اسم محمد سے ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے نقص سے پاک بنایا ہے، جہاں حمد ہو گی وہاں نقص نہیں ہو گا۔ حضرت حسان نے بارگاہ رسالت میں عرض کی ”خلقت مبراء من کل عیب“ حضور آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

---

1 عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور ص 7/ 457
2 عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 7/ 457
3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماجاء فی اسماء رسول ﷺ الرقم 3532 ص 4/ 185
4 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماجاء فی اسماء رسول ﷺ ص 4/ 185

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝٤ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝٥ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝٦

صدق اللہ العظیم

پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتی کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کر لو (پھر تمہیں اختیار ہے) خواہ ان پر احسان کر کے ان کو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا اُن سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو حتی کہ جنگ اپنے ہتھیار کھ دے یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لیتا لیکن وہ (چاہتا ہے کہ) تم میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہر گز ضائع نہیں کرتا (۴) عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا (۵) اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا جس کی انہیں پہچان کرا دی گئی ہے (۶)

کفار کے خلاف جہاد

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کی سرکشی اور ایمانداروں کے اعمال صالح کا ذکر فرمایا اب اس آیہ پاک میں کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کفار سے مراد مشرک ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ مراد یہ ہے کوئی بھی دشمنِ اسلام ہو وہ کافر ہو یا مشرک ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیا جارہا ہے مگر یہ خیال رہے کہ وہ ذمی نہ ہو اور اس سے کوئی معاہدہ بھی نہ ہو ذمی وہ کافر ہے جو اسلامی ریاست میں رہ رہا ہے اور اسلامی حکومت نے اس کے رہنے سہنے اور معاملات کا ذمہ لے رکھا ہے۔[1]

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ کفار کے گرفتار کر لینے کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ خواہ ان پر احسان کر کے بلا معاوضہ چھوڑ دو یا اُن سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو، اس ضمن میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف

1 علی بن محمد (المتوفی741ھ)، تفسیر خازن، ص4/140

یہ ہے کہ جب مشرک کو قید کر لیا جائے تو یہ جائز نہیں کہ اُسے احسان کر کے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑا جائے کہ مشرک کو قتل کرنا واجب ہے ، البتہ خواتین اور بچے اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں کہ حدیث شریف میں حکم ہے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے ایسے ہی جن اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے ان کو بھی قتل نہ کیا جائے۔[1]

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا جہاد کا حکم کب ختم ہو گا " حتی تضع الحرب اوزارھا "[2]) یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔ مجاہد اور ابن جبیر اس کا ترجمہ فرماتے ہیں تم کفار کے خلاف جہاد کرتے رہو حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو۔ حسن بصری فرماتے ہیں تم اس وقت تک جہاد جاری رکھو حتی کہ ہر یہودی عیسائی اور ہر دین والا اسلام لے آئے ، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ کفار کو مضبوطی سے گرفتار کر کے انہیں اس وقت تک قابو میں رکھو حتی کہ کفار سے تمہاری جنگ ختم ہو جائے اور دشمن تمہارے مقابلہ میں ہتھیار رکھ دے۔[3]

" ولویشاء الله " کے ارشاد میں فرمایا اللہ چاہتا تو کفار سے خود ہی انتقام لے لیتا اور انہیں ہلاک کر دیتا مگر تمہیں جہاد کا حکم دیا کہ وہ آزمائے تم میں اطاعت گزار کون ہے اور کون ہے جو جنگ کی مصیبتوں پر صبر کر کے اجر حاصل کرتا ہے اور کون جہاد سے گریز کرتا ہے جنگ میں شہید ہو جانے والوں کیلئے فرمایا ان کے اعمال برباد نہیں ہوں گے ، ان کی اصلاح فرمائے گا جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دی گئی ہے۔[4]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ	اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا (۷) اور کافروں کیلئے ہلاکت ہے اللہ نے ان کے اعمال

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قتل النساء فی الحرب الرقم3015ص61/4
محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب تحریم قتل النسائی والبیان فی الحرب الرقم1744ص1346/3
ابن ماجہ محمد بن یزید (المتوفی273ھ) ، السنن ، باب الغارۃ والبیات وقتل النساء الرقم2841ص947/2
2 محمد، 47: 4
3 علی بن محمد (المتوفی741ھ) ، تفسیر خازن ، ص140/4
4 محمد، 47: 4

اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ﴿۹﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُھَا﴿۱۰﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ﴿۱۱﴾

صدق اللہ العظیم

کو ضائع کر دیا ہے (۸) اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا (۹) کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کیلئے ایسی بہت مثالیں ہیں (۱۰) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مدد گار ہے اور کافروں کا کوئی مدد گار نہیں (۱۱)

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا، ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں میدان جہاد میں ثابت قدم رکھے گا۔ آیہ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی مدد دین کی مدد کو اللہ تعالیٰ کی مدد فرمایا گیا ہے، اس عظیم کام میں ایمانداروں کو صلہ کیا ملے گا، ان کے دل مضبوط ہوں گے قدرت کی مدد ہو گی ہر مرحلہ پر اللہ کی تائید شامل ہو گی، دشمن کے حملوں سے ان کے قدموں میں کسی قسم کی لغزش نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کی کئی صورتیں ہیں اس کے دین کی نشر و اشاعت کی جائے۔ اللہ کے نیک بندوں کی مدد کی جائے۔ علماء مبلغین اور اولیاء اللہ کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ شیطان نفس کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے جب بندہ کی طرف سے ایسے کام ہوں گے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہو گی۔ ان کی ان خدمات کے سلسلہ میں کفار کو ناکامی ہو گی، غم ہو گا بد بختی ہو گی، کفار پر اللہ کا غضب ہو گا۔

"تعساً" کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان کی بد نصیبی ہو گی یہ معنی بھی کیا گیا ہے ان کی ناک خاک آلود ہو گی، کفار کے اعمال ضائع ہوں گے،[1] اس لئے کہ انہوں نے آسمان سے اُتری ہوئی کتاب قرآن مقدس کو ناپسند کیا، قرآن مقدس کو ناپسند کرنا ان کا ایسا عمل تھا کہ انہوں نے جو کام اپنی دانست کے مطابق اچھے ہی کیئے، مثلاً لوگوں کو صدقہ خیرات دیتے، مہمان نوازی کرتے اور حرم شریف کی تعمیر میں حصہ لیتے اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال

1 محمد، 47:8

کو ضائع کر دیا۔ اگلی آیہ پاک میں پہلی اُمتوں پر عذاب کی کیفیت اور اس زمانہ کے کفار کے عذاب کی حالت کو بیان فرمایا گیا۔ اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی معنی یہ ہے ان کے مال، اولاد سامان سبھی برباد کر دیئے۔

کفار کیلئے ایسی بہت سی مثالیں ہیں جیسے یہ لوگ اسلام کا انکار کر رہے ہیں اسی طرح سابقہ اُمتوں میں بھی کفار تھے ان پر آندھیاں چلیں، آگ برسی، پتھر برسے طوفان آئے مکہ کے کفار پر اس قسم کے عذاب نہ آئے کہ ان میں رحمۃ للعالمین جلوہ گر ہیں۔ فرمایا ایمان والوں کا اللہ مددگار ہے کفار کا مددگار کوئی نہیں،[1]

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، اُحد کی جنگ کے موقعہ پر کفار نے کہا یہ بدر کا بدلہ ہے مسلمانو! ہمارا عزّیٰ ہے تمہارا عزی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں، ابوسفیان نے کہا ہبل بلند ہے حضور ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا تم کہو اللہ بلند ہے، برتر ہے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝١٢ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝١٣ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ۝١٤

صدق اللہ العظیم

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے بے شک اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے (۱۲) اور کتنی ہی بستیاں آپ کی اس بستی سے طاقت ور تھیں جس کے باشندوں نے آپ کو وہاں سے نکالا تو جب ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان کا کوئی مددگار نہ تھا (۱۳) تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے بُرے عمل کو اس کیلئے اچھا کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی (۱۴)

---

1 الانفال،8

2 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 8/502

اہل ایمان کا صلہ

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ان کے اچھے کاموں کے صلہ میں جنت عطا فرمائے گا، وہ جنت کی بہاروں سے خوشی محسوس کریں گے اور کفار دوزخ میں جائیں گے اور بھڑکتی آگ میں جائیں گے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی لہو و لعب میں گزاری تھی انہوں نے اپنی زندگی جانوروں کی طرح کھانے پینے میں گزاری تھی اور کبھی بھی آج کے دن کی فکر ہی نہ کی تھی، کفار کو ان کے کیئے کی آج سزا مل رہی ہے " وکاین من قریۃ"[1] فرما کر کفار و مشرکین کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے جو کچھ رویہ میرے محبوب سے اختیار کر رکھا ہے، حسد ہے دشمنی ہے سازشیں ہیں، ہجرت پر مجبور کیا جا رہا ہے کیا یہ سارے ایسے جرائم نہیں کہ تمہیں سزا نہ ملے تمہیں معلوم ہونا چاہئے پہلی قوموں نے اپنے رسولوں سے ایسا ہی رویہ اختیار کیا تھا جن کا نام و نشان مٹا دیا گیا حالانکہ وہ لوگ طاقت میں تم سے کہیں زیادہ تھے، ان کی تباہی بربادی کے وقت کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکا اگر تم نے بھی وہی رویہ اختیار کیا تو تمہارے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو ان کے ساتھ ہوا تھا دونوں گروہوں ایمانداروں اور کفار کی جزا سزا کا ذکر کر کے فرمایا گیا کیا وہ شخص جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل موجود ہوں اور ان دلائل کی روشنی میں سفر کر رہا ہے اس کا انجام اس شخص جیسا ہو گا جو گمراہ ہو گیا اور اپنی خواہشات بد کے پیچھے چلنے لگا، ایسا ہرگز نہیں ہو گا جو شخص دلیل پر قائم ہے اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور دلیل سے مراد اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ دونوں کے راستے الگ الگ رہے آج قیامت کے دن بھی الگ الگ ہوں گے، اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب آپ پریشان نہ ہوں ان جیسے پہلے بدبخت لوگوں کو بھی برباد کر دیا گیا تھا، اور یہ بھی برباد ہوں گے آپ کو جب کفار نے ہجرت پر مجبور کر دیا تو آپ مکہ سے نکل کر جب غار کی طرف گئے تو مکہ سے فرمایا اللہ کے نزدیک تو محبوب ترین شہر ہے اور میرے نزدیک بھی تو سب سے محبوب ہے اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد، 47:13

مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ فِیۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ
مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُهٗ ۚ
وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ
مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمۡ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغۡفِرَةٌ
مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ كَمَنۡ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوۡا مَآءً
حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ﴿۱۵﴾ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُ
اِلَیۡكَ ۚ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ
اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ
اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ﴿۱۶﴾

صدق اللہ العظیم

جس جنت کا ایمانداروں سے وعدہ کیا گیا ہے اُس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں ہیں جو لذت بخشتی ہیں اور شہد کی نہریں ہیں جو صاف ستھرا ہے اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہو گی کیا یہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا وہ (پانی) ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا (۱۵) اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں حتیٰ کہ جب آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو علم والوں سے کہتے ہیں یہ صاحب ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے یہی بدبخت لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (۱۶)

جنت کی صفات

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا، اس آیہ مبارکہ میں جنت کی صفات بیان کی جارہی ہیں پہلی صفت یہ فرمائی کہ اس کے پانی کی بُو متغیر نہیں ہو گی جیسے پانی پڑا رہے تو بُو پیدا ہو جاتی ہے دوسری صفت یہ فرمائی کہ وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی اور دودھ کا ذائقہ تبدیل نہیں ہو گا ایک صفت یہ فرمائی گئی کہ جنت کی شراب لذیذ ہو گی ایک صفت یہ فرمائی گئی کہ اس جنت میں صاف ستھرے شہد کی نہریں ہوں گی، اس آیہ مبارکہ کی کی تشریح حدیث پاک سے اس طرح ملتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں پانی کا دریا ہے، ایک شہد کا ایک دودھ کا، ایک شراب کا (ترمذی) جن [1]

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ انہا الجنۃ الرقم 2571 ص 4/ 699

ت کی صفات کا ذکر فرماتے یہ بھی فرمایا گیا کہ وہاں ہر قسم کے پھل ہیں اور رب کی مغفرت ہے یہاں مغفرت سے مراد تکلیف کا نہ ہونا ہے کہ جنتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی کسی قسم کا ان سے محاسبہ نہیں ہو گا وہ جنت کی تمام نعمتوں کو بے فکر ہو کر کھائیں گے ، کسی نعمت کا حساب نہیں لیا جائے گا۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ کفار آخرت میں مومنین کے ہر حال کے مخالف ہوں گے ، مومنین جنت کے باغات میں ہوں گے اور کفار دوزخ میں ، مومنین کے پینے کیلئے مختلف انواع کے ٹھنڈے مشروبات اور کفار کیلئے کھولتا ہوا پانی۔ اس آیہ مبارکہ میں منافقین کی ایک حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ حضور کی باتیں غور سے سنتے ہیں ، جب آپ کے پاس سے گزرتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں ابھی انہوں نے کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ آیہ مبارکہ میں منافقین سے مراد عبد اللہ بن ابی ، رفاعہ بن تابوت ، زید بن صلت ، حارث بن عمر مالک بن اخشم ہیں ، یہ لوگ جمعہ کے خطبہ میں حاضر ہوتے ، غور سے سنتے ، جب خطبہ میں منافقین کا ذکر آتا تو اعراض کرتے اور مسجد سے باہر آتے تو لوگوں سے کہتے آپ نے کیا کہا تھا۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

صدق الله العظیم

اور جو لوگ ہدایت والے ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور ان کا تقویٰ عطا کر دیا (۱۷) یہ لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے ، جب قیامت ان کے پاس آ چکے گی تو ان کو نصیحت کا موقع کب میسر ہو سکے گا (۱۸) آپ جان لیجئے اللہ کے بغیر کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں پر استغفار کیجئے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کیلئے اور اللہ تعالیٰ تم سب لوگوں کی آمد و رفت اور آرام کی جگہ کو جانتا ہے (۱۹)

1 عبداللہ بن عمر (المتوفی 685ھ)، تفسیر بیضاوی، ص 5/122

حضور ﷺ کی اطاعت کا صلہ

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں پر مزید کرم فرمایا گیا ہے جو لوگ حضور ﷺ کی اطاعت میں زندگی گزارتے ہیں ان پر کرم بالائے کرم یہ کہ انہیں شرح صدر کی دولت سے مالا مال کیا جاتا ہے، احکام الٰہی کی توفیق بخش دی جاتی ہے، برائیوں سے نفرت پیدا کر دی جاتی ہے اور اعمال صالحہ کی محبت۔ جب حق واضح ہو گیا دلائل واضح ہو گئے، گردو غبار چھٹ گئے تو کیا اب قیامت کے انتظار میں ہیں کہ وہ اچانک آجائے تو پھر ایمان لائیں گے قیامت کی نشانیاں آچکی ہیں۔ حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کو اس طرح ارشاد فرمایا جب امانت کو ضائع کیا جائے گا، سائل نے عرض کی حضور امانت ضائع کرنے کی صورت کیا ہو گی فرمایا جب کام نااہلوں کے سپرد کیئے جائیں گے۔

ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے جب امانت کو لوٹ مار سمجھا جائے گا اور زکوۃ کو تاوان خیال کیا جائے گا، حصول دنیا کیلئے دینی تعلیم حاصل کیجائے گی، مرد بیوی کا فرمانبردار اور اپنی ماں کا گستاخ ہو جائے گا، اپنے دوست کو قریب کرے گا، باپ کو دور بھگا دے گا، فاسق قوم کا سردار ہو گا، [1]

ذلیل آدمی قائد بن جائے گا جب کسی کی عزت اس کی خوبیوں کے باعث نہیں اس کے شر سے بچنے کیلئے ہو گی، گانا بجانا عام ہو گا، شراب عام ہو گی، نشانیاں تو آہی گئی ہیں جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی تو اس وقت ان کو سمجھنا کب نصیب ہو گا۔

ایمانداروں کی عظمت کفار و مشرکین کی بدبختی کے ذکر کے بعد حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! توحید کا عرفان آپ کو بخشا گیا ہے، اُسے ہمیشہ یاد رکھئے، حضور ﷺ سے فرمایا گیا اپنے کو اور ایماندار مرد عورتوں کو گناہوں سے محفوظ رکھئے اور مغفرت طلب کریں، یاد رہے حضور ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں گناہ دائرہ نبوت میں آہی نہیں سکتا اس سے مراد لوگوں کو توبہ واستغفار کا درس دینا ہے، حضور ﷺ کے استغفار کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ استغفار اُمت کیلئے سنت بن جائے۔

استغفار کا بہ ظاہر حکم آپ کو ہے مگر مراد اس سے اُمت ہے آیہ پاک میں لفظ ''ذنب'' سے مراد گناہ یا نافرمانی نہیں بلکہ افضل اور برے عمل سے اجتناب کی توفیق طلب کریں، یہ معنیٰ بھی ہے کہ حضور کا استغفار کرنا بارگاہ قدس میں عجز وانکساری کا ظاہر کرنا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف الرقم 2211 ص 4/ 495

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

صدق اللہ العظیم

ایمان والے کہتے ہیں (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی سو جب کوئی واضح سورت نازل کر دی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو اسے آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس کے دل پر موت کی غشی طاری ہو پس ان کی ہلاکت بہت قریب ہے (۲۰) (اللہ کی) اطاعت کرنا اور اچھی بات کہنا زیادہ بہتر ہے جب (جہاد کا) قطعی حکم آ گیا اگر وہ اللہ کے ساتھ سچے رہتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا (۲۱) تم سے یہ اُمید نہیں اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے (۲۲)

ایماندار ہمیشہ مشاق رہتے

ایمان دار تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہو تا کہ ایمان تازہ ہو اور نئے احکام آئیں تو ان کا ثواب بھی حاصل کریں اگر پہلے احکام کی تائید ہو تو اور زیادہ ثابت قدمی ہو اس اشتیاق میں کہتے رہتے ہیں کہ کوئی نئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی، جس وقت کسی صاف مضمون کی سورت نازل ہوتی ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو، اس طرح دیکھنے کا سبب خوف اور بزدلی ہے کہ اب اپنے دعوئ ایمان کو نبھانے کیلئے جہاد میں جانا پڑے گا اور مصیبت آئی اور اس طرح جو خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں عنقریب ان کی بد بختی آنے والی ہے وہ دنیا میں کسی وبال میں مبتلا ہوں یا آخرت کے عذاب میں یہ لوگ فرصت میں بہت باتیں بناتے ہیں لیکن ان کی اطاعت اور بات چیت کی حقیقت معلوم ہے جس کا جہاد کے حکم نازل ہونے پر سبھی پر واضح ہو گیا اگر یہ لوگ

اللہ پر ایمان کے دعویٰ میں سچے رہتے، تمام احکام شریعت پر عمل کرتے جن میں جہاد کا حکم بھی شامل ہے تو ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اگر آخر میں ہی نفاق سے توبہ کر لیتے تو ان کیلئے بہتر ہوتا، اور ان کا ایمان مقبول ہوتا۔

اس آیہ کریمہ کا مختصر سا خلاصہ یہ ہے مسلمان کفار کے مصائب برداشت کرتے رہے ہجرت ہو گئی تو خیال کیا اب کفار سے نجات مل گئی مگر کفار کی ضد ہٹ دھرمی یہاں تک پہنچ گئی کہ مدینہ منورہ میں بھی تنگ کرنے کی کوششیں کرتے رہے، جو مسلمان مل جاتا قتل کر دیتے، مال ہتھے چڑھ جاتا تو چھین لیتے، مسلمان تنگ آگئے اور بڑی بے چینی سے جہاد کے حکم کا انتظار کرتے، جب جہاد کا حکم مل گیا تو ایمان والوں نے شکر کیا مگر منافقین کی حالت دیکھنے والی تھی وہ حواس باختہ ہو گئے یوں محسوس ہوتا جیسے ان پر نزع کا عالم طاری ہے، اس آیہ میں ان کی اس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، منافقین نے جہاد میں شریک نہ ہونے کے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے اور پھر مشرکین ہمارے رشتہ دار ہیں ان سے قتال رشتوں کو منقطع کرنا ہے اور قطع رحمی اچھی بات نہیں، ان کی تردید اس طرح فرمائی گئی اگر تمہیں حکومت دیدی جائے تو تم اپنی مرضی سے زمین میں فساد پھیلاؤ گے جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف ہو گا اُسے قتل کر دو گے اور رشتوں کو منقطع کرو گے مگر اللہ کے حکم جہاد کو تم فساد کہتے ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ

جن پر اللہ نے لعنت کی تو انہیں بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (۲۳) تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں (۲۴) بے شک جو لوگ ہدایت واضح ہونے کے بعد پیٹھ موڑ کر پیچھے لوٹ گئے شیطان نے ان کو دھوکا دیا اور انہیں لمبی زندگی کی اُمید دلائی (۲۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقین نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے نازل کیئے ہوئے کلام کو ناپسند کرتے تھے ہم بعض کاموں میں تمہاری موافقت کریں گے اور

الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾



اللہ ان کی چھپی باتوں کو خوب جانتا ہے (۲۶) اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی سرینوں پر ماریں گے (۲۷) اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا سو ان کے اعمال کو ضائع کر دیا (۲۸)

فساد فی الارض کا انجام

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کی بدکرداری حضور ﷺ کی مخالفت کے سبب فرمایا گیا ان پر خدا کی لعنت ہے اللہ نے انہیں بہرا بنا دیا کہ وہ حضور ﷺ کی بات سنتے ہی نہیں اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ حضور ﷺ کے کمالات آپ کے معجزات کو دیکھتے ہی نہیں، لعنت کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کی رحمت سے دوری یہ لعنت کفار پر کی جاتی ہے کسی مومن پر نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں زمین میں فساد پھیلانے والوں، قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت کا ذکر ہے۔ یزید پر لعنت بھیجنے پر بعض نے انکار کیا ہے مگر اس کی روشنی میں اس پر لعنت کا ثبوت ملتا ہے کہ اس نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر ظلم کیا ہے اور ان کو ڈرایا ہے، دھمکایا ہے، اہل مدینہ کو قتل کیا ہے ان کے مال لوٹے ہیں، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے ہیں، اس کی ان حرکات کے باعث مسجد نبوی شریف میں تین دن تک اذان نہ ہو سکی، اہل بیت پر ظلم کیا ہے، امام حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہوا، اہل بیت کی توہین کی، ہزاروں صحابہ کو شہید کیا، کعبہ معظّمہ پر پتھر پھینکے، غلاف کعبہ کو پھاڑا جلایا، مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں تین دن تک اپنے لشکر پر حلال کر دیں، امام حسین علیہ السلام کی مقدس لاش پر گھوڑے دوڑائے، سر اقدس کو نیزے پر چڑھایا اس سے بڑھ کر قطع رحمی اور زمین میں فساد کیا ہو گا؟[1]

1 محمد، 47:27

ایک اور حدیث شریف میں لعنت کا عنوان اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں اس شخص پر لعنت کرتا ہوں، جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرے، اللہ کی تقدیر کا انکار کرے، لوگوں پر جبراً حکومت کرے تا کہ عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذلیل لوگوں کو عزت دے، جو اللہ کے حرام کو حلال قرار دے اور میری سنت کو بہ طور اہانت ترک کرے۔[1]

آیہ مبارکہ میں منافقین کی حالت کا ذکر فرمایا گیا اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور سرینوں پر ضرب لگائیں گے، اس سزا کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوا، اس کے باعث ان کے اعمال برباد کر دیئے گئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

صدق اللہ العظیم

کیا وہ لوگ خیال کرتے ہیں جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے کینہ کو ظاہر نہیں کرے گا (۲۹) اگر ہم چاہتے تو یہ سب لوگ آپ کو دکھا دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور آپ ضرور ان کو ان کی گفتگو سے پہچان لیتے اور اللہ تمہارے کاموں کو اچھی طرح جانتا ہے (۳۰) اور ہم تمہیں امتحان میں ڈالیں گے حتی کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر دیں اور تمہاری خبروں کی تحقیق کر لیں (۳۱) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ کی مخالفت کی وہ کبھی بھی اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور عنقریب اللہ ان کے اعمال کو ضائع کرے گا (۳۲)

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ) جامع ترمذی، الرقم 2154 ص 4/457

منافقین کا پردہ چاک

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا ہے کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں پر منافقین کے باطن کو منکشف نہیں فرمائے گا ؟، ایسا نہیں ہو گا عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو منکشف فرمادے گا اور تمام لوگوں پر ان کا حال واضح ہو جائے گا سورہ توبہ کے اندر ان لوگوں کا پردہ چاک کر دیا گیا ہے۔ان کے جہاد سے کترانے اور ان کی بزدلی کو واضح کر دیا گیا ہے۔آیہ مبارکہ میں ان کی دلی حالت کو ''اضغان'' [1]

فرمایا گیا۔ ''اضغان'' کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ ان کے دل کی ناپسندیدہ بات، ان کی عداوت، ان کا کھوٹ ،ان کے دلوں کا زنگ، ان کے دلوں کا کینہ یہ سبھی معانی یہاں درست ہیں۔آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ہم چاہتے تو تمام منافقین حضور کو دکھادیتے، امام محمد ابن جریر نے اس آیہ کے تحت لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین حضور کو دکھادیئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ مسجد سے نکل جائیں۔ [2]

امام حسین بن مسعود نے کہا اس آیہ کے بعد کوئی منافق حضور ﷺ سے مخفی نہ رہا، آپ انہیں چہروں سے پہچان لیتے تھے۔

امام فخر الدین فرماتے ہیں حضور اُن کو اُن کے لہجوں سے پہچان لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور ﷺ کو وہ سارے لوگ بتادیئے تھے، [3]

ابو مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا تم میں منافقین ہیں، میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے پھر فرمایا تو کھڑا ہو جا تو منافق ہے اس طرح آپ نے چھتیس آدمیوں کو نکالا پھر فرمایا اللہ سے ڈرو، [4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ کے بعد حضور ﷺ پر کوئی منافق مخفی نہ رہا [5]

---

1 محمد، 47: 29

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ) تفسیر طبری، ص 22/ 184

3 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 10/ 59

4 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب ابی مسعود عقبة بن عمر انصاری الرقم 22348 ص 37/ 36

5 محمد، 47: 30

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے ہم تمہیں امتحان میں ڈالیں گے حتیٰ کہ مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر کام کے انجام کا علم ہونے کے باوجود ان پر دلیل قائم کرنے کیلئے احکام شریعت کا مکلّف بنادیا۔ ارشاد فرمایا گیا جن لوگوں پر دلائل کے ذریعہ حضور کا حق ہونا واضح ہو گیا پھر انہوں نے مخالفت کی تو وہ لوگ اپنے کفر سے اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے تمام اچھے کاموں کو ضائع فرمادے گا۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝٣٣ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝٣٤ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝٣٥ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝٣٦

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو (۳۳) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو ہر گز نہیں بخشے گا (۳۴) (ایمان والو) تم ہمت نہ ہارو اور (ان کو) صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ہر گز ضائع نہیں کرے گا (۳۵) دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم ایمان پر پکے رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں فرمائے گا (۳۶)

اطاعت کا معیار

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں یہود اور منافقین سے خطاب تھا، ان کی بری روش پر تنبیہ تھی، اس آیہ پاک میں ایمانداروں سے خطاب ہے اور انہیں حکم دیا جارہا ہے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ اعمال ضائع کرنے کی کئی توجیہات کی گئی ہیں ایک یہ ہے کہ اطاعت کرتے ہوئے اس پر پختگی رہے اور شرک سے بچا جائے ورنہ اعمال ضائع ہو جائیں گے ایک یہ بھی کہ حضور کی اطاعت کرتے ہوئے یہ خیال رہے کسی مرحلہ پر حضور کی تعظیم میں فرق نہ آئے ورنہ اعمال برباد ہوں گے یہ توجیہہ بھی کی گئی ہے کہ کسی سے

نیکی کرنے کے بعد اس پر احسان نہ جتایا جائے ورنہ اعمال برباد ہوں گے۔ یہ توجیہہ بھی ہے کہ اپنے اسلام لانے کا کبھی رسول اللہ پر احسان نہ جتایا جائے ورنہ اعمال برباد ہوں گے۔

آیہ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور پھر وہ اسی حالت میں مر گئے تو انہیں اللہ ہر گز نہیں بخشے گا۔ اگلے حصہ میں فرمایا گیا ایماندارو ہمت نہ ہارو انہیں صلح کی دعوت نہ دو، غالب تمہیں ہو گے اور تمہارے اعمال ضائع نہیں فرمائے گا۔

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت ارشاد فرمائی گئی اور دنیا کو لہو ولعب فرمایا اگر جہاد کرنے میں تمہارا مال خرچ ہو تو پرواہ نہ کرو، دنیا کی زندگی لہو ولعب ہے، لہو ولعب وہ کام ہے جس سے نہ دنیا میں فائدہ نہ آخرت میں۔ اگر تم ایمان پر پکے رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا۔

اللہ تم سے مال طلب نہیں فرمائے گا، اس کا معنی یہ ہے کہ جہاد میں مال خرچ کرنا تو ضروری ہے مگر زکوۃ کی طرح معین مقدار خرچ کرنا فرض نہیں، مال اس کی دی ہوئی شے ہے جب خرچ کا حکم دے تو بخل نہ کرو کھلے دل سے خرچ کرو، فرمایا اللہ غنی ہے تم سب اس کے محتاج ہو۔ اور اللہ تمہیں سارے کا سارا مال خرچ کرنے کا حکم نہیں دیتا اُسے تمہاری کمزوریوں اور ضرورتوں کا علم ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

صدق اللہ العظیم

اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور اس پر اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو اور تمہاری ناگواریوں کو ظاہر کر دے گا (۳۷) تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرو تم میں سے کچھ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنی ذات سے بخل کرتا ہے اللہ غنی ہے (وہ کسی کا محتاج نہیں) تم اس کے محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو (نیکی سے محروم رہو گے) اور تمہارے بدل میں وہ دوسری قوم لے آئے گا وہ تم جیسے نہ ہوں گے (۳۸)

انفاق فی سبیل اللہ

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر اللہ تعالیٰ تم سے سختی کے ساتھ تمہارے اموال کا سوال کرے تو تم بخل کرو گے اور اس کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے زنگ اور میل کو ظاہر کر دے گا۔ اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے تم ہی وہ لوگ جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو تم میں بعض بخل کرتے ہیں جو بخل کرتا ہے وہ اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا اللہ غنی ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو، اللہ تمہارے کاموں کا محتاج نہیں تم سب اس کے محتاج ہو، یہ نہ کہنا کہ ہمیں فقراء کی ضروریات پوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر تم نے کفار کے خلاف تلوار نہ اُٹھائی تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے اگر تم نے فقراء کی ضروریات پوری نہ کیں تو وہ بھی مجبوراً تمہارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

آخر میں فرمایا اگر تم نے اس سے رُخ پھیر لیا تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہماری جگہ کن لوگوں کو لے آئے گا، تو حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ اور اس کی قوم۔[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم پھر گئے تو ہماری جگہ ان کو لایا جائے گا پھر وہ ہماری طرح نہیں ہو گے تو حضور ﷺ نے اپنے پہلو میں بیٹھے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ اور اس کے اصحاب ہیں۔[2]

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے سورۃ محمد کے ترجمہ اور مختصر تفسیر کی توفیق سے نوازا، اللہ کرے زندگی میں بقیہ ترجمہ تفسیر بھی مکمل ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ومن سورۃ محمد ﷺ الرقم 3260 ص 5/ 383

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قوله وآخرون منهم لما یلحقوبهم الرقم 4897 ص 6/ 151
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل فارسی الرقم 2546 ص 4/ 1972

سورۃالفتح

اس سورۃ پاک کے چار رکوع ہیں اور انتیس آیات ہیں، یہ سورۃ پاک ۶ ھ میں اس وقت نازل ہوئی، جب حضور ﷺ حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح کا معاہدہ کے بعد مدینہ منورہ جارہے تھے، حضور ﷺ ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، کفار مکہ نے یہاں بھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا، مسلمانوں کیلئے مکہ مکرمہ میں داخلہ بند تھا، عرب کاہر بندہ تو مکہ مکرمہ آسکتا تھا مگر مسلمانوں کیلئے سخت پابندیاں تھیں، صحابہ کرام مکہ مکرمہ حاضری کیلئے بے چین رہتے اور حضور ﷺ انہیں حوصلہ صبر کی تلقین فرماتے۔

ایک دن حضور ﷺ نے صحابہ کو اپنی ایک خواب کا ذکر کیا کہ ہم امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہورہے ہیں، صحابہ کو یہ یقین تھا کہ حضور کی خواب تو وحی الٰہی ہے، صحابہ مطمئن ہوئے کہ حرم کعبہ میں حاضری ہوگی۔ صحابہ نے سفر کی تیاریاں شروع کیں، یکم ذیقعد کو حضور ﷺ کی قیادت میں قریباپندرہ سو کا قافلہ روانہ ہوا۔ یہ قافلہ جب مدینہ منورہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا تو صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا، قریش کو جب اس قافلہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے کہ عمرہ تو ایک بہانہ ہے، اصل میں یہ لوگ مکہ پر قبضہ چاہتے ہیں، قریش نے خالد بن ولید کی قیادت میں دوسو آدمیوں کی جماعت کو قافلہ روکنے کیلئے بھیجا۔[1]

حضور ﷺ نے کفار کی اس تیاری پر فرمایا، اللہ کی قسم میں اس کے دین کیلئے جہاد کرتارہوں گا، یہاں تک اللہ دین کو غالب کردے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔ حضور ﷺ نے جنگ سے بچنے کیلئے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مقام حدیبیہ پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر پہنچ کر حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، حضور ﷺ نے یہیں قیام کرنے کا فیصلہ فرمالیا یہاں پر پینے کیلئے پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی۔[2]

حضور ﷺ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور ایک صحابی سے فرمایا کہ کنوئیں میں اسے گاڑدو، کنوئیں میں تیر گاڑنے کی دیر تھی کنواں پانی سے بھر گیا۔ قریش کی طرف سے بدیل نامی شخص حضور کے ہاں آیا اور مقصد پوچھا تو فرمایا ہم حج کے ارادہ سے آئے ہیں، جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہم نے احرام پہنے ہوئے ہیں، قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔ بدیل

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/2
2 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/2

حضور کی بات پر مطمئن ہو گیا اور قریش مکہ سے کہا مسلمان صرف حج کیلئے آئے ہیں، لڑنے کا کوئی اِرادہ نہیں، قریش نے بدیل کی بات نہ مانی اور اپنے فیصلے پر پکے رہے کہ مسلمانوں کو حرم میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

چنانچہ اہل مکہ نے حلیس نامی شخص کو بھیجا کہ وہ حضور کو واپس جانے کا مشورہ دے ورنہ جنگ ہو گی، حلیس نے جب صحابہ کو احرام میں دیکھا اور قربانی کے جانور دیکھے تو متاثر ہو گیا اور واپس ہو کر قریش کو یقین دلایا کہ مسلمان جنگ کیلئے نہیں آئے، قریش نے اس شخص کو بھی ڈانٹ پلادی کہ تمہیں پتہ ہی نہیں، حلیس نے غصہ میں آکر قریش سے کہا اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں چلا جاؤں گا، قریش نے کہا صبر کرو ہمیں سوچنے کا موقع دو، اس کے بعد اہل مکہ نے عروہ بن مسعود سے کہا کہ تم مسلمانوں سے بات کرو، عروہ حاضر ہوا اور امن کی باتیں شروع کیں، جنگ سے بچنے کی تجاویز دیں، حضور ﷺ کے ارشادات پر عروہ کو یقین ہو گیا، مسلمان لڑنا نہیں چاہتے، عروہ نے اہل مکہ سے کہا کہ مسلمانوں کو حج کا موقعہ دیں، عروہ نے صحابہ میں جو حضور کی محبت دیکھی تو حیران رہ گیا، وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہیں گرنے دیتے، تھوک مبارک کو ہاتھوں پر لیتے ہیں[1]

عروہ نے ساری صورت حال قریش کو بتائی مگر کفار مشتعل تھے، وہ جنگ چاہتے تھے حضور ﷺ نے صبر و تحمل سے کام لیا، حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ کفار غلط فہمیوں سے بچ جائیں اور کفار کو آمادہ کریں کہ وہ حج و عمرہ کرنے دیں، اہل مکہ نے حضرت عثمان غنی کو طواف کی اجازت دی اور کسی کو نہیں تو آپ نے فرمایا اہل مکہ جب تک حضور طواف نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا، [2]اہل مکہ بھی ضد پر رہے اسی دوران افواہ پھیل گئی کہ عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا ہے، اب حضور ﷺ نے اعلان فرمایا عثمان غنی کا بدلہ لیا جائے گا، اس اعلان پر صحابہ نے حضور کے ہاتھ پر بیعت شروع کی یہ بیعت بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے صحابہ کی اس جاں نثاری کی خبر جب اہل مکہ کو پہنچی تو کفار نے صلح کی بات شروع کی۔ کافی بحث کے بعد صلح کا معاہدہ طے پا گیا، کچھ شرائط طے ہوئیں۔ ایک شرط یہ تھی حضور عمرہ کے بغیر واپس چ ` لے جائیں آئندہ سال عمرہ کریں گے، دس سال تک جنگ نہیں ہو گی، اگر کوئی کافر بھاگ کر حضور کے پاس چلا گیا تو اُسے واپس کرنا ہو گا اگر کوئی مسلمان اہل مکہ کے پاس چلا گیا تو اُسے واپس نہیں کیا جائے گا، معاہدہ کی ان شرائط پر مسلمان برہم ہوئے کہ ہم دب کر صلح نہیں کریں گے۔

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/2

2 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/2

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا، معاہدہ لکھا ہی جارہا تھا کہ ابوجندل جو مسلمان ہوچکا تھا کفار کی قید سے بچ کر مسلمانوں کے ہاں حاضر ہوگیا، کفار نے واپسی کا مطالبہ کیا، صحابہ برہم ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا میں معاہدہ کرچکا ہوں، اس پر عمل ہوگا ابوجندل سے فرمایا صبر کرو اللہ بہتری فرمائے گا، صحابہ پریشان تھے مگر حضور کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی، اس معاہدہ پر صحابہ نے احرام کھول دیئے، جانور ذبح کردیئے اور مدینہ منورہ کو واپسی ہوگئی، جب حضور ﷺ صحنان کے مقام پر پہنچے، تو یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی جس کا پہلا حکم ہی یہ تھا ہم نے آپ کو واضح فتح دے دی، اس حکم پر صحابہ میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی، اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو تھی مگر جب دو سال بعد فتح مکہ کیلئے آئے تو لشکر کی تعداد دس ہزار تھی[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب کریم) ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا کی ہے (۱) تاکہ اللہ تعالیٰ دور فرمادے آپ کیلئے ہر وہ الزام جو ہجرت سے پہلے لگائے گئے تھے اور ہجرت کے بعد لگائے گئے اور آپ پر انعامات کو مکمل فرمادے اور آپ کو سیدھی راہ پر چلائے (۲) تاکہ اللہ (تعالیٰ) آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے (۳) وہی ہے جس نے اطمینان کو ایمان والوں کے دلوں میں اُتارا تاکہ وہ ایمان (اور قوت) میں اور بڑھ جائیں اور اللہ کیلئے ہی ہیں زمین و آسمان کے سارے لشکر اور اللہ (تعالیٰ) سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے (۴)

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/2

فتح مبین

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو عظیم فتح کی خوشخبری سنائی ہے یہ فتح کون سی ہے؟ بعض مفسرین نے بتایا اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے بعض نے کہا اس فتح سے مراد فتح خیبر ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے، قرطبیؒ لکھتے ہیں صلح حدیبیہ عظیم فتح تھی کہ صلح کے بعد مسلمانوں اور قریش میں آمد و رفت شروع ہو گئی، [1] اس طرح لوگوں میں اسلام سمجھنے اس پر عمل کرنے میں آسانیاں پیدا ہو گئیں، یہ عظیم فتح اس طرح بھی ہوئی کہ صلح کے وقت چودہ سو صحابہ تھے مگر فتح کے موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے۔

''لیغفر لک'' کے ارشاد سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے حضور ﷺ کے کوئی گناہ تھے، جو معاف فرما دیئے گئے اس ضمن میں یاد رہے ہر نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور حضور ﷺ تمام معصومین کے سردار ہیں آپ کے دامن پر گناہ کا کوئی کسی قسم کا داغ دھبہ نہیں یہاں پر گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اسی کو ''ذنب'' فرمایا گیا۔[2] ''غفر'' کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اللہ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے معصوم رکھا، [3] اس حفاظت کا معنی یہ ہوا کہ آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا نہ ہو گا، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ محبوب آپ سے پہلے بھی کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی، بالفرض کوئی بات خلاف اولیٰ ہو بھی گئی تو اس پر عفو در گذر کی بشارت ہے۔

یہاں پر یہ اشکال لفظ ''ذنب'' سے ہو رہا ہے مگر ''ذنب'' الزام کے معنی میں بھی آتا ہے، وہ الزام صحیح ہو یا غلط، معنی یہ ہو گا کہ ہم نے آپ پر لگائے گئے الزامات سارے دور کر دیئے۔[4] ''ذنب'' کے معنی الزام ہونے کی دلیل وہ آیہ مبارکہ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ''ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون'' انہوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا رکھا ہے مجھے ڈر ہے وہ مجھے قتل کر دیں گے، یہاں بھی ''ذنب'' سے مراد الزام ہے [5]

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب انا فتحنا لک فتحا مبیناً الرقم 4834 ص 6/135

2 الفتح، 48:2

3 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/8

4 الفتح، 48:2

5 الشعراء، 26:14

اے محبوب! (ﷺ) کفار جو آپ پر ہجرت سے پہلے الزام عائد کیا کرتے تھے اور جو ہجرت کے بعد تک لگاتے رہے ہیں، اس فتح مبین سے وہ سارے ختم کر دیئے جائیں گے وہ الزامات کیا تھے جو حضور پر کفار نے لگائے، ایک یہ تھا کہ وہ کاہن ہے، وہ جادو گر ہے، یہ مجنون ہے یہ شاعر ہے، یہ قصہ گو ہے، سن سنا کر باتیں کرتا ہے، یہ بھی الزام تھا یہ جنگ جو ہے قتل و غارت چاہتا ہے، اس نے ہمارے تجارتی راستے بند کر دیئے، اس صلح حدیبیہ سے سارے اعتراضات و الزامات ختم ہو گئے، اس عظیم فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک پر بے شمار احسانات فرمائے، نعمتوں کو مکمل کر دیا، اسلام کی عظمت کا پہلو بہت نمایاں ہو گیا اور عظیم مدد کا ذکر فرمایا کہ محبوب تیرے تمام معاملات دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے وہ ہمارے سپرد ہیں، اس فتح سے ایمان داروں کے دلوں میں اطمینان آگیا تاکہ وہ ایمانی قوت میں اور زیادہ ہو جائیں، زمین و آسمان کے سارے لشکر اللہ ہی کیلئے ہیں اور وہ سب کو جانتا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

صدق اللہ العظیم

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو اپنے باغات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اُن سے برائیوں کو مٹا دے، اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (۵) اور تاکہ منافق مرد اور منافق عورتوں کو مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کر دے جو اللہ کے بارے میں بُرے گمان رکھتے تھے انہیں پر بُری گردش ہے، اور اللہ ان پر ناراض ہوتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کیلئے جہنم تیار کیا ہے وہ بہت برا ٹھکانہ ہے (۶) اور اللہ کے تابع ہیں زمین و آسمان کے سارے لشکر اور اللہ سب پر غالب ہے حکمت والا ہے (۷)

ایمان والوں کی عظمت

محبوب کریم ﷺ کو فتح مبین کا مژدہ سنانے کے بعد اس چودہ سو افراد کے مقدس لشکر میں شامل ایمانداروں کی عظمت کو بیان فرمایا جارہا ہے کہ اس سفر میں جو غلامان مصطفیٰ شامل تھے انہیں جنت کے باغوں میں ٹھہرایا جائے گا، ان کی لغزشوں کو ختم کر دیا جائے گا، یہ عظیم کرم ہے عظیم فضل ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ اللہ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے گا۔ میدان قیامت میں ان کے نامہ اعمال میں گناہوں کا نام و نشان ہی نہ ہو گا اس عظیم کامیابی کے پہلے حقدار یہ چودہ سو افراد ہیں جو محبوب کریم ﷺ کے ساتھ جاں بازی کے میدان میں پیش پیش تھے۔ کفار و مشرکین صلح حدیبیہ کے معاہدے پر بے حد خوش تھے اور فخر سے کہتے تھے کہ انہوں نے میدان مار لیا ہے مسلمانوں سے اپنی مرضی کے مطابق شرائط منوالی ہیں، ان کے اس ناز و نخرہ کے جواب میں رب قدوس فرمارہا ہے کہ یہ دونوں گروہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ حضور ﷺ کامیابی سے نوازے جائیں گے، اسلام کا غلبہ ہو گا، وقت آئے گا لوگ جوق در جوق اسلام قبول کریں گے اور حضور ﷺ کی یہ کامیابی انہیں ورطہ حیرت میں ڈال دے گی، یہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے ان پر صدمہ طاری ہو گا اور خدا کے بارہ میں جو ان کے برے نظریات تھے، اس کی سزا پائیں گے خدا ان پر ناراض ہو جائے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس سورت کے آغاز کی آیات مبارکہ میں ان خاص انعامات کا ذکر ہے جو اس فتح مبین میں حضور ﷺ پر مبذول ہوئے، بعض صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ مقدس انعامات تو آپ کیلئے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک فرمائے۔ ہمارے لئے کیا ہے تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں، چونکہ وہ انعامات ایمان اور اطاعت رسول ﷺ کے سبب ملے ہیں، اس حیثیت سے سب مومنین شامل ہیں جو بھی ایمان واطاعت میں کامل ہو گا وہ ان انعامات کا مستحق ہو گا۔ آخری آیہ مبارکہ جس میں فرمایا گیا آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں، اس کا شان نزول اس طرح ہے، صلح حدیبیہ کے بعد عبداللہ بن اُبی نے کہا محمد (ﷺ) گمان کرتے ہیں کہ صلح کے بعد ان کے دشمن باقی نہیں رہیں گے، فارس اور روم کدھر گئے، وہ بھی تو دشمن ہیں تو جواب فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر فارس و روم کے لشکر سے بہت زیادہ ہیں اور طاقتور ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوا بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝١٠

صدق اللہ العظیم

بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر (رحمت کی) خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۸) تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح پڑھو (۹) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اُسی پر ہو گا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اُسے بہت بڑا اجر دے گا (۱۰)

صفات محبوب رب ذالجلال

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی تین صفات کا ذکر فرمایا ہے، پہلی صفت مبارکہ شاہد ہے، محبوب ہم نے آپ کو شاہد گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ آپ اپنی اُمت کے نیک اور برے اعمال پر گواہ ہیں، حضور ﷺ اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے ۔ دوسری صفت مبارکہ مبشر ہے رحمت کی خوشخبری سنانے والے ہیں، تیسری صفت مبارکہ نذیر ہے، کہ عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے محبوب کو ان صفات مبارکہ کے ساتھ روانہ کیا ہے کہ تم میرے رسول پر ایمان بھی لاؤ اور اس کی مدد بھی کرو۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میرے محبوب کے ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو مگر بارگاہ رسالت کے ادب واحترام کو نظر انداز کرو، ایسا کرو گے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، میرے محبوب کا ادب واحترام کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ اگلی آیہ مبارکہ

'' ان الذین یبایعونک '' [1]

---

1 الفتح ،48:10

صلح حدیبیہ کی ایک صورت کا ذکر فرمایا جارہاہے کہ کفار مکہ نے جب حضور ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے تو خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیاہے،ا[1]

گرچہ حضور ﷺ اور صحابہ جنگ کی نیت سے نہیں آئے تھے تاہم اس دل دہلا دینے والی خبر نے قوت ایمانی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اور حضور ﷺ نے صحابہ کو بیعت کرنے کی دعوت دے دی، اس بیعت کی دعوت اس پر تھی کہ جب تک جسموں میں خون ہے ہم جنگ پر ڈٹے رہیں گے اور کفار کو عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی عبرتناک سزادیں گے۔ صحابہ پروانہ وار حضور پر پیش ہو رہے ہیں اور بیعت کر رہے ہیں، سرفروشی کا عہد کیا جا رہاہے صحابہ کی جاں نثاری کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا صحابہ آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو ۔ابن کثیر نے اس موقع پر حضور ﷺ کا ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے جس نے اس درخت کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہو گا یہ بیعت اگرچہ بظاہر حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہو رہی تھی، در حقیقت یہ بیعت دست خدا پر تھی، اسی طرح یہ بیعت اللہ سے بیعت ہے اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ فرمایا گیاہے اس بیعت کی عظمت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا، جس نے اس بیعت کو توڑا اس کا وبال اس کی ذات پر ہے اور جس نے اللہ سے کیئے گئے عہد کی وفاداری کی اس کو اللہ عظیم اجر دے گا وہ اجر عظیم یہ ہے کہ جنت میں مقیم ہو گا اور جنت میں عظیم شاندار لاجواب نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ

عنقریب آپ سے وہ دیہاتی کہیں گے جو پیچھے چھوڑے گئے تھے ہمیں ہمارے مالوں اور اہل و عیال نے مصروف رکھا، ہمارے لئے معافی طلب کریں، اے محبوب ! یہ لوگ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، آپ کہہ دیجئے

1 اسماعیل بن مصطفی(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص9/19
2 اسماعیل بن مصطفی(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص9/19

ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

صدق اللہ العظیم

کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں کسی شے کا اختیار رکھتا ہو اگر وہ تمہارے لئے کسی نفع یا نقصان کا ارادہ فرمائے جبکہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (۱۱) حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب یہ رسول ہر گز اپنے اہل کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا اور یہ بھی مومنین اور یہ(گمان) تمہارے دلوں میں بڑا اچھا لگتا تھا اور تم طرح طرح کے برے خیالات میں مبتلا رہے اسی وجہ سے تم برباد ہونے والی قوم بن گئے (۱۲)

منافقین کی بہانہ بازیاں

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہے: جب حضور ﷺ نے عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ کی تیاری شروع فرمائی تھی تو کچھ قبیلوں کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ بھی سفر میں ساتھ ہوں ان قبائل میں جہینہ، مزینہ، غفار شامل تھے۔ یہ قبیلے اکثر اسلام سے وفاداری کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ان قبائل نے سوچا مسلمانوں کا یہ سفر خطرناک ہے، کفار تو جنگی معاملات میں بڑے ماہر ہیں، مسلمان ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے ان خیالات کے پیش نظر یہ قبیلے حضور ﷺ کے ساتھ چلنے کو تیار نہ ہوئے۔ صرف چودہ سو صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئے تھے، منافقین اس یقین کے ساتھ خوش تھے کہ مسلمان بچ کر واپس نہیں آسکیں گے اور اسلام ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گا۔ جب حضور ﷺ مقام حدیبیہ پر صلح کر کے واپس مدینہ منورہ آئے تو منافقین حیران رہ گئے کہ حضور ﷺ تو بخیریت واپس آگئے اب انہوں نے ساتھ نہ جانے کے بہانے بنانے شروع کیئے۔ رب قدوس جل مجدہٗ الکریم نے حضور ﷺ سے فرمایا محبوب! جب آپ مدینہ منورہ پہنچیں گے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والے قبیلے حاضر ہوں گے اور طرح طرح کے بہانے بنائیں گے اور کہیں گے حضور ہم تو بالکل تیار تھے مگر یہ مجبوری تھی یہ مجبوری تھی ساتھ نہ جاسکے۔ ہمیں خطرہ تھا اگر ساتھ چلے جائیں گے تو دشمن ہمارے بال بچوں کو مار دیں گے، ہمارے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔

محبوب کریم آپ انہیں فرمائیں تم مال جان کا بہانہ بنارہے ہو اگر تمہاری موجودگی میں موت آجاتی تو تم ٹال سکتے تھے کیا تم خدا کے فیصلے کا مقابلہ کر سکتے تھے، ہر گز نہیں پھر ان بہانوں کا کیا فائدہ، تم ہمارے ساتھ نہ جا کر اللہ کی رحمت سے محروم ہو گئے، تم بہانے بنا کر اسلام دشمنی کو چھپا نہیں سکتے، تم اپنے دلوں میں برے خیالات میں مبتلا رہے اور برباد ہونے ولی قوم بن گئے جو لوگ جاں بازی کیلئے تیار ہو گئے وہ کامیاب و کامران رہے۔ قرآن مقدس ان کی بربادی ''بُورا'' لفظ سے بیان فرماتا ہے ''بُورا'' اس شخص کو کہتے ہیں جو تباہ حال ہو اس میں نیکی بھلائی کا تصور ہی نہ ہو، قوم بُورا سے مراد اُجڑی ہوئی قوم ہے۔[1]

وَصلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ صدق اللہ العظیم

اور جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۱۳) اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے وہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے (۱۴) اور جب تم اموال غنیمت لینے کیلئے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کر دیئے جانے والے لوگ یہ کہیں گے ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں، آپ کہئے کہ تم ہر گز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اللہ نے اسی طرح پہلے فرما دیا ہے پھر عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ کم سمجھتے ہیں (۱۵)

1 الفتح، 48:12

اموال غنیمت کا حکم

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جب تم مال غنیمت لینے کیلئے جاؤ گے تو پیچھے کر دیئے جانے والے لوگ کہیں گے ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو، اس آیہ پاک میں اموال غنیمت سے مراد خیبر کے اموال غنیمت ہیں ۷ ہ میں مسلمانوں نے خیبر فتح کیا اور مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، اور اللہ نے مال غنیمت حاصل کرنے کی اجازت صرف انہیں لوگوں کو دی تھی جو اس سے پہلے عمرہ کرنے کیلئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تھے، جب منافقین نے یہ دیکھا کہ مال غنیمت ملے گا تو انہوں نے کہا ہمیں بھی ساتھ لے چلو، اللہ تعالیٰ نے تکذیب فرمائی کہ جب تمہیں رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیلئے اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا تھا تو تم نے کہا تھا کہ ہمیں اپنے گھر بار کی حفاظت کرنی ہے اب جب خیبر جانے کی باری آئی ہے تو اب گھر کی حفاظت کا مسئلہ کیوں یاد نہیں۔

اس آیہ میں منافقین کی اس صفت کو فرمایا گیا کہ انہیں واپس کر دیا گیا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ منافق یوں نہ کہہ دیں ہم پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے رسول کے ساتھ چلنے کو لائق نہیں جانا، اس کے بعد فرمایا وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک پر وحی خفی فرمائی تھی کہ خیبر کا مال غنیمت انہیں لوگوں کیلئے ہے جو رسول اللہ کے ساتھ حدیبیہ گئے تھے۔ اب منافق یہ چاہتے ہیں کہ خیبر کا مال غنیمت حاصل کر کے اللہ کے کلام کو بدل دیں اور اس وحی خفی کو جھوٹا ثابت کر دیں۔

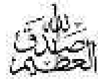
محبوب ! (ﷺ) آپ کہیئے کہ تم ہمارے ساتھ ہر گز نہیں چل سکتے، اللہ نے اس طرح پہلے فرمادیا ہے کہ خیبر کی غنیمت صرف ان مسلمانوں کیلئے ہے جو میرے ساتھ حدیبیہ گئے تھے، اس کے بعد وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (یہ بات نہیں) بلکہ وہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ منافقین نے کہا اللہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف حدیبیہ ساتھ جانے والے غنیمت لیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، اس لئے ہم کو غزوۂ خیبر میں نہیں لے جا رہے ہو۔

منافقین کا مطلب یہ تھا کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے کی ہماری رائے صحیح تھی کہ مسلمان حدیبیہ سے خالی واپس لوٹے اور ہم سفر سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کو بہت کم سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ سے خالی ہاتھ لوٹنے والوں کیلئے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا، انہیں اس سفر کے بدلہ میں خیبر کی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾

آپ پیچھے کر دیئے جانے والے اعرابیوں سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے قتال کرتے رہو گے حتی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے پس اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کر لی تو اللہ (تعالیٰ) تم کو عمدہ اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا (۱۶) اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی اللہ اُس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جس نے روگردانی کی اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا (۱۷)



پیچھے رہنے والوں سے حکم

آیہ مبارکہ میں پیچھے کر دیئے جانے والوں سے فرمایا جارہا ہے تمہیں ایک جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا اس جنگجو قوم سے مراد ابن عباس کے نزدیک اہل فارس ہیں۔ایک روایت کے مطابق اس سے مراد اہل روم ہیں [1] سعید بن جبیر فرماتے ہیں، اس سے مراد اہل ہوازن اور غطفان ہیں، زہری کہتے ہیں اس سے مراد مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ ہے۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں، ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس جنگجو قوم سے مراد کون سی قوم مراد ہے حتی کہ ابو بکر صدیق نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی، تب ہمیں واضح ہوا کہ اس جنگجو قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔[2]

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 5/316
2 التوبہ، 9:83

اس آیہ مبارکہ سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی امامت پر دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق نے مسلمانوں کو بنو حنیفہ سے لڑنے کی دعوت دی اور عمر فاروق نے مسلمانوں کو فارس اور روم کے خلاف جنگ کی دعوت دی۔[1] اس سے واضح ہو رہا ہے اس قوم کے خلاف جنگ کی دعوت دینے والے ابو بکر صدیق ہیں اور وہ امام برحق ہیں۔

آیہ مبارکہ میں مرتد کے قتل کا حکم ملتا ہے، ہمارے فقہاء کے نزدیک مرتد کا قتل کرنا واجب ہے، آیہ مبارکہ میں یہ بھی حکم ملتا ہے، ''تقاتلونهم او یسلمون''[2]

تم ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں، مرتد کے قتل کے بارہ میں بخاری شریف کی یہ حدیث واضح دلیل ہے'' من بدل دینه فاقتلوه''جو شخص اپنا دین تبدیل کرلے اس کو قتل کرو۔

سیدنا علی المرتضٰی حضرت ابن مسعود حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے، بعض لوگ مرتد کے قتل پر تلملا جاتے ہیں کہ یہ درست نہیں حالانکہ وہ ملکوں کے معاملات دیکھتے ہیں، حکومت کے باغی کی سزا پھانسی ہے اگر ملک کے غدار کو پھانسی برداشت ہے تو دین کے غدار پر پھانسی سے پریشان کیوں؟[3]

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں وضاحت فرما دی گئی کہ کمزور معذور لوگوں کیلئے جہاد میں شریک نہ ہونے کی رخصت ہے اس حصہ کے شان نزول کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا ہے، جب یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

''وان تتولوا کما تولیتم'' [4]

اگر تم نے روگردانی کی جیسے پہلے کرتے رہے ہو تو اپاہج لوگوں نے عرض کی ہمارے لئے کیا حکم ہے تو یہ آیہ پاک نازل ہو گئی۔

'' لیس علی الاعمیٰ حرج ''۔[5]

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

---

1 الفتح، 48:16

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، لا یعذب بعذاب اللہ الرقم 3017 ص 4/ 61
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی المرتد الرقم 1458 ص 4/ 59
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب الحکم فیمن ارتد الرقم 4351 ص 4/ 126

3 ابوعبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد (المتوفی 189ھ)، العروف بالمبسوط 10/ 107 108

4 الفتح، 48:16

5 الفتح، 48:17

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ﴿۱۸﴾
وَّ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً یَّاۡخُذُوۡنَہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۱۹﴾
وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً تَاۡخُذُوۡنَہَا فَعَجَّلَ لَکُمۡ ہٰذِہٖ وَ کَفَّ اَیۡدِیَ النَّاسِ عَنۡکُمۡ ۚ وَ لِتَکُوۡنَ اٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ یَہۡدِیَکُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۲۰﴾
وَّ اُخۡرٰی لَمۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہَا قَدۡ اَحَاطَ اللّٰہُ بِہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا ﴿۲۱﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اللہ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اللہ نے ان کے دلوں پر طمانیت نازل فرمائی اور ان کو آنے والی فتح کا انعام دیا (۱۸) اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے (۱۹) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے پس یہ نعمت تو تم کو جلدی عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور تا کہ یہ (نعمت) مومنوں کیلئے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے (۲۰) اور دوسری وہ (نعمتیں) جن پر تم قادر نہ تھے بے شک اللہ نے ان کا بھی احاطہ فرمالیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۱)

بیعت رضوان

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے محبوب! جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں، اس کے بعد سفر حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہ جانے والوں کا ذکر ہوا، اب پھر جانباز ایمانداروں کا ذکر فرمایا جارہا ہے ان جانباز صحابہ کو عظیم سند دی گئی ہے کہ اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ ان مجاہدین کو مبارک کہ رب قدوس ان پر راضی ہو گیا، یہ بھی پتہ چلا کہ یہ امتحان میں نہایت شاندار کامیاب رہے، ان کے اس حسین عمل سے قیامت تک آنے والے ارباب وفا کی راہ میں چراغ روشن ہو گئے جو کبھی بجھائے نہ جا سکیں گے، ان کی اس جان فروشی کے باعث محبت کی دنیا آباد رہے گی۔

"لقد" کی تاکید در تاکید بتاتی ہے ان جانبازوں نے اللہ کی رضا حاصل کر لی ہے، ان جلیل القدر صحابہ میں سے کسی پر زبان طعن کھولنا، ارشاد خداوندی کا کھلا انکار ہے پھر رب قدوس نے ان کے دلوں کی حالت کا بھی ذکر فرمادیا۔[1]

"فعلم مافی قلوبهم" ان کے دلوں میں کیا تھا جس کا ذکر فرمایا جارہا ہے وہ یقین کی دولت تھی وہ صبر کا ذخیرہ تھا وہ وفا کا پہاڑ تھا، یہ صحابہ ان پاکیزہ صفات سے متصف تھے۔[2]

قرآن مقدس کی اس آیہ کریمہ سے بیعت رضوان سے مشرف ہونے والوں کا خلوص، ایمان، جذبہ، وفا اور اخلاص ثابت ہوگئے، اس جماعت پر ایک اور عظیم انعام کا ذکر فرمایا کہ ان کے پاس جنگ کا سامان نہیں، دشمن مسلّح ہے، لڑنے پر آمادہ ہے مگر یہ عظیم جماعت سکون کی دولت سے مالا مال ہے یہ لوگ کون ہیں یہ وہی ہیں جنہوں نے محبوب کریم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، اطمینان سے نوازا۔ مزید انعام یہ فرمایا کہ انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح بخشیں گے اور عمرہ نہ کرنے کا صدمہ ختم ہو جائے گا، ان انعامات پر مزید انعام یہ فرمایا کہ ہم بکثرت مال غنیمت دیں گے، اس سے مراد خیبر سے حاصل ہونے والی غنیمتیں ہیں۔

ان انعامات میں یہ بھی فرمایا اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں اپنے وقت پر حاصل کرو گے۔ ایک اور عظیم احسان کا ذکر فرمایا گیا، حدیبیہ کے موقعہ پر کفار پوری طرح مسلّح تھے صرف چند میل دور تھے اور تم اپنے وطن مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دور تھے، فوری طور پر سامان بھی مہیا نہیں کر سکتے تھے ہم نے ان کے دلوں میں تمہاری ہیبت ڈال دی اور وہ تمہارے لئے پریشانی پیدا نہ کر سکے اور ان کے ہاتھ تمہاری طرف نہ بڑھ سکے۔ اس سفر میں یہ انعامات اس لئے بھی ہوئے کہ ایمانداروں کیلئے ہماری مدد کی نشانی ثابت ہو جائے یہ انعامات اس لئے بھی ہوئے کہ ثابت قدمی سے تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے اور کئی مزید فتوحات بھی، جن پر تم طاقت نہ رکھتے تھے، مگر وہ سب کچھ اللہ کے احاطہ قدرت میں ہے۔ مصر، شام، فلسطین، افریقہ، سپین، عراق، ایران اور برصغیر کی فتوحات مراد ہیں۔ آیہ کے آخر میں فرمایا اللہ ہر چیز پر قادر ہے، مشکل سے مشکل کام اس کیلئے کوئی مشکل نہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الفتح، 48:18

2 الفتح، 48:18

وَلَوۡ قٰتَلَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوَلَّوُا الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىۡ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلُ ‌ۖۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ كَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ عَنۡهُمۡ بِبَطۡنِ مَكَّةَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ﴿۲۴﴾



اگر کفار تمہارے ساتھ جنگ کرتے تو پیٹھ دے کر بھاگ جاتے اور (اس شکست میں) ان کا نہ کوئی کار ساز اور نہ مددگار ہوتا (۲۲) یہ اللہ کا ضابطہ ہے جو پہلے سے آرہا ہے اور اللہ کے دستور میں تو ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا (۲۳) اللہ ہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تھا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا تھا، وادی مکہ میں باوجودیکہ تمہیں اُن پر غلبہ دے دیا تھا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے (۲۴)

مسلمانوں سے لڑائی کا انجام

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو ایک اور انعام سے نوازا جارہا ہے فرمایا جارہا ہے اگر کفار مکہ تمہارے ساتھ جنگ کرتے تو انہیں رسوا کن شکست دی جاتی کہ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور اس شکست اور اس رسوائی میں کوئی ان کا مددگار نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا معمول جو پہلے سے چلا آرہا ہے، وہ معمول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر کار اپنے رسول اور اس کے فرمانبردار اُمتیوں کو فتح سے نوازتا ہے اور کفر کو شکست ہوتی ہے۔ خدا کا یہ دستور ہمیشہ سے آرہا ہے اور ہمیشہ رہے گا، خدا کے اس معمول کو کوئی طاقت نہیں بدل سکتی۔

مزید اپنے کرم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں روک دیا تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کفار مکہ نے مسلّح ہو کر بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن ہم نے انہیں گرفتار کر لیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا ایسے ہی ایک اور موقعہ پر ابو جہل نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا، حضور ﷺ نے ایک جماعت کو ان کی گرفتاری کا حکم دیا تو بھاگ گئے اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ انہیں حملہ کی جرأت نہ ہوئی اور مسلمانوں کو بھی یہ حوصلہ ہوا کہ ان کی اشتعال

انگیزیوں سے برہم ہو کر حملہ نہ کیا ہم تمہارے کاموں کو دیکھ رہے تھے کہ تم حوصلہ اور صبر سے کام لے رہے تھے ۔ قتادہ فرماتے ہیں اگر کفار حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں پر حملہ کرتے تو وہ پسپا ہو جاتے۔ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اگر غطفان اور اسد جو اہل خیبر کی مدد کیلئے آئے تھے اگر وہ یہود کی مدد کرتے تو یہ جنگ ان پر اُلٹی پڑتی ، اللہ کا یہ دستور ہے اور دستور بدلا نہیں جاتا۔[1]

آیہ مبارکہ میں" ببطن مکه "سے مراد مکہ کے اندر نہیں بلکہ اس سے مراد مقام حدیبیہ ہے اس مقام کو مکہ مکرمہ کے قریب ہونے کی بنا پر بطن مکہ سے تعبیر کیا گیا ہے ، اس ارشاد سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے ، احناف کا یہی موقف ہے [2]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ صدق الله العظيم

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں بھی مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی کہ وہ بندھے رہیں اور اپنی جگہ تک نہ پہنچ سکیں اور اگر مکہ میں چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم انہیں روند ڈالو گے اور تمہیں ان کی وجہ سے بے علمی میں عار پہنچے گی تا کہ اللہ داخل کر دے اپنی رحمت میں جسے چاہے اور اگر یہ (کلمہ گو) الگ ہو جاتے تو جن لوگوں نے کفر کیا تو انہیں درد ناک عذاب میں مبتلا کر دیتے (٢٥)

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب قول اللہ تعالیٰ وھو الزی کف الرقم 1808 ص 1442/3

2 الفتح، 48:24

جنگی حکمت عملی

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک اور قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کعبہ شریف کی عظمت ایک مسلّمہ تھی ضابطہ یہ تھا کہ حج و عمرہ کیلئے کوئی بھی آتا تو اسے روکا نہیں جاتا تھا اگر کفار مکہ سے کسی قدر بھی دشمنی ہوتی مگر حضور ﷺ سے اہل مکہ کو اس قدر عداوت تھی کہ انہوں نے ایک مسلّمہ پرانے اصول کو بھی نظر انداز کر دیا اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روک دیا، قربانی کے جانور جو مسلمان ساتھ لائے تھے ان کے متعلق بھی یہ سختی کی انہیں منیٰ میں لے کر ذبح کرنے کی اجازت بھی نہ دی۔

کفار کی ان حرکات کے پیش نظر چاہئے تو تھا کہ مسلمان ان پر حملہ کر دیتے اور انہیں نیست و نابود کر دیتے ، نام و نشان مٹا دیتے مگر مکہ شریف کے اندر کچھ ایسے مرد و خواتین بھی تھے جو اسلام تو لا چکے تھے مگر اپنی بے بسی کے باعث اظہار نہ کر سکتے تھے نہ ہی انہیں یہ ہمت تھی کہ وہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ مسلمانوں کو بھی ان کی پوری پہچان نہ تھی اگر یہ جنگ چھڑ جاتی تو وہ بھی روندے جاتے اور مسلمان پریشان ہوتے۔ مسلمانوں کی فتح غم میں بدل جاتی ، کفار بھی طعنہ دیتے کہ مسلمانوں نے اپنوں کو بھی مار دیا اور یہ پروپیگنڈا اسلام کے خلاف ہوتا ، یہی فلسفہ تھا کہ جنگ کا حکم نہ دیا گیا۔

جنگ نہ چھڑنے میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اہل مکہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام تو نہیں لائے تھے مگر ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیتیں تھیں۔ اُن صلاحیتوں کو واضح ہونے کیلئے مناسب وقت کی ضرورت تھی اگر اب جنگ چھڑ جاتی تو یہ لوگ بھی موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے اور ہمیشہ دوزخ میں رہتے۔ رحمت خداوندی نے یہ نہ چاہا کہ ان کی صلاحیتیں برباد ہو جائیں قدرت نے چاہا کہ ایسے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار ہونے کا مزید وقت مل جائے اور یہ شرک و کفر سے اپنا رشتہ توڑ کر رب ذوالجلال سے جوڑ لیں۔ تاریخ گواہ ہے صلح حدیبیہ کے بعد جلیل القدر بندے خالد بن ولید جیسے جرنیل ، عثمان بن طلحہ ، عمرو بن عاص ایسے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اگر مکہ مکرمہ کے مسلمان مرد اور عورتیں کفار سے الگ کی جا سکتیں اور ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم کفار کو اسی وقت عذاب میں مبتلا کر دیتے۔

اسی آیہ سے استدلال کرتے ہوئے امام مالک فرماتے ہیں اگر کفار کے کسی قلعہ میں چند مسلمان قیدی بھی

ہوں توان کے بچاؤ کیلئے اس وقت تک بمباری سے اجتناب کیا جائے جب تک وہ مسلمان قیدی محفوظ نہ ہو جائیں۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اجازت کے قائل ہیں کہ اس میں عام مسلمانوں کی بقاء کا راز ہے۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٢٦﴾

صدق اللہ العظیم

جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دے دی وہی ضد جو زمانہ جاہلیت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمانداروں پر تسکین اُتار دی اور انہیں تقویٰ کے کلمہ کی استقامت بخش دی اور وہ اس کے حقدار بھی تھے اور اہل بھی تھے اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۲۶)

کفار کی جاہلانہ ضد

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی جاہلانہ ضد کا ذکر کیا گیا ہے، کفار کی حمیت کو حمیت جاہلیت اس لئے فرمایا گیا کہ حضور ﷺ کو عمرہ سے روکنا محض ضد تھی، محض ہٹ دھرمی تھی اور ان کا ایسا کرنا اُن کے رواج کے بھی خلاف تھا۔ حضور ﷺ تو صرف عمرہ کیلئے آرہے تھے، جنگ کا قطعی کوئی نظریہ نہیں تھا، پھر بھی ان کا اڑنا اور روکنا حمیت جاہلیت تھی۔

کفار نے کہا کہ مسلمانوں کو حرم میں داخل نہیں ہونے دیں گے انہوں نے ہمارے بچوں کو قتل کیا ہے، لات منات کی قسمیں کھا کر کہا حرم میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ کفار کی اس حالت میں ایمانداروں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمانداروں پر تسکین نازل کی۔ اس موقعہ پر یہ صحابی اپنے محبوب کے فرمان پر مر مٹنے کو تیار رہے۔

صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں، مسلمان بے چین تھے مگر ارشاد محبوب ہر حال میں پیش نظر رہے، محبوب کے ہر حکم کے سامنے سر جھک گئے ہیں اور انہیں "کلمہ تقویٰ" پر استقامت بخش دی۔ یہ "کلمہ تقویٰ" کیا تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کلمہ تقویٰ سے مراد "لا الہ الا اللہ واللہ

اکبر" ہے یہ کلمہ توحید اُن کے دلوں پر اس طرح نقش کر دیا گیا کہ کبھی بھی مٹ نہیں سکتا۔[1]

صحابہ کے دلوں پر کلمہ تقویٰ کا پکا ہونا یہ بتاتا ہے کہ تمام صحابہ کا خاتمہ ایمان پر ہے ان صحابہ کے بارے میں غلط تصور غلط نظریہ محض جہالت اور ایمان سے دوری ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ انعامات جو صحابہ پر کیئے گئے یہ ان کا حق تھا کہ انہوں نے محبوب پاک ﷺ سے جو جاں نثاری کا عہد کیا، وفاداری کا پاس کیا ان کاموں نے انہیں اس کا حقدار بنا دیا تھا کہ ان پر کرم ہو۔

''اھلھا'' کے ارشاد سے واضح کیا گیا کہ صحابہ ان انعامات الٰہیہ کے اہل بھی تھے یہ نااہل نہ تھے کہ انعامات الٰہیہ کی قدر نہ ہو جن لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وہ حقدار تھے وہ اہل تھے ان کے بارہ میں غلط سوچ محض گمراہی ہے۔[2] آیہ کریمہ کے آخر میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ایسی صورت ہر گز نہیں کہ ان صحابہ کا ظاہر کچھ تھا اور خدا پناہ باطن کچھ، اللہ ظاہر و باطن دونوں کو جانتا ہے ایسا ہر گز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ظاہر کو دیکھتے انعامات فرمائے اور باطن سے بے خبر ہو۔

وَصلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

صدق اللہ العظیم

یقینا اللہ (تعالیٰ) نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچی خواب دکھائی کہ تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے جب اللہ نے چاہا اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے یا ترشواتے ہوئے تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہو گا وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے اس نے تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح عطا فرما دی جو قریب ہے (۲۷) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے (رسول کے سچے ہونے پر) اللہ کی گواہی کافی ہے (۲۸)

1 علی بن محمد (المتوفی 741ھ)، تفسیر خازن، ص 4/171
2 الفتح، 48:26

فتح کی بشارت

حضور ﷺ کو خواب دکھائی گئی کہ آپ اپنے صحابہ سمیت کعبہ کا طواف کر رہے ہیں، عمرہ کے ارکان ادا کیئے ہیں، حضور ﷺ نے اپنی یہ خواب صحابہ کو بتائی تو صحابہ خوشی سے پھولے نہ سمائے، بے پناہ مسرت ہوئی کہ حرم شریف حاضری ہو گی صحابہ کو یقین تھا کہ خواب ضرور پوری ہو گی۔ نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے، ابراہیم علیہ السلام کو خواب آئی تھی کہ بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہا ہوں جب بیٹے سے یہ خواب بتائی تو بیٹے نے جواب دیا، ابا جان آپ وہ کام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اسماعیل علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی خواب وحی ہوتی ہے اس لئے کہا جو حکم ہوا کر گزریئے۔

حضور ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ جب روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ پر پہنچے، حرم شریف حاضری کے حالات نہ بن سکے، صلح ہونے پر بغیر عمرہ واپسی ہو گئی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ نے تو فرمایا تھا عمرہ کریں گے، طواف کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ اسی سال ہی طواف کرو گے، عرض کی نہیں یا رسول اللہ (ﷺ) حضور علیہ السلام نے فرمایا تم یقینا طواف کرو گے، اس آیہ مبارکہ میں اس صورت کو واضح فرمایا گیا محبوب مسجد حرام میں داخل ہوں گے، طواف کریں گے، احرام کھولنے کیلئے سر منڈائیں گے یا ترشوائیں گے۔ یہاں ''ان شاء'' کا معنی یہ ہو گا، '' اذشاء ''جب وہ چاہے گا، ''اِن'' کے معنی میں شک گزرتا ہے اور اللہ کا کلام شک سے پاک ہے، حدیبیہ سے واپسی میں شبہ ہو سکتا ہے مسلمان گھبرا کر پریشان ہو کر شک کر گئے۔ [1]

آیہ پاک میں فرمایا اس واپسی کی حکمتیں وہی جانتا ہے تمہیں علم نہیں چنانچہ پھر اگلے سال حضور ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے کفار پر ہیبت طاری ہو گئی مکہ چھوڑ کر چلے گئے، بچے بوڑھے خواتین اس حسین منظر کو دیکھنے کیلئے چھتوں پر چڑھ گئے، حضور ﷺ نے عمرہ مکمل فرمایا صحابہ نے بال منڈوائے، ترشوائے کہ اِحرام کھولنے کیلئے یہ ضروری تھا، ترشوانے سے منڈوانا افضل ہے۔ حضور ﷺ نے سر منڈوانے والوں کیلئے تین مرتبہ دعا فرمائی۔

---

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب تفضیل الحق التقصیر و جواز الرقم 1302 ص 2/946
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الحق الرقم 3043 ص 2/1012

" هوالذی ارسل رسولہ " کے ارشاد میں حضور ﷺ کی عظمت کا ذکر ہے کہ محبوب پاک کو میں نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ روانہ کیا ہے جس نے اندھیرے کو اُجالے میں بدل دیا، اس کی برکت سے حق واضح ہوا، اُس نے زندگی گزارنے کے واضح اصول بیان کیئے۔[1]

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور ﷺ کے نام کے ساتھ "رسول اللہ" کا لفظ مٹادینے سے اس کی عظمت اور سربلندی میں کوئی فرق نہیں آیا، محبوب کا آنا اسلام کے غلبہ کی دلیل ہے محبوب کو رسول ماننے کیلئے کفار کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کی رسالت کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے۔ جس دین کو مصطفیٰ لے کر آئے ہیں وہ تمام دینوں پر غالب ہو گا، دنیا نے دیکھا کہ اسلام کی سربلندی نے کیسا رنگ دکھایا کہ یہ دین دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب جنوب و شمال پر چھا گیا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپ کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھتا ہے وہ کبھی رکوع کرتے ہیں کبھی سجدہ کرتے ہیں، اللہ کے فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان واضح ہیں ان کے یہ اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ہیں (یہ جانباز صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے اپنا گوشہ نکالا پھر اس کو تقویت دی اور پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا (اس کا یہ انداز) کاشتکار کو بہت خوش کر رہا ہے کہ کفار اسے دیکھ کر جلتے رہیں، اللہ نے ایمانداروں سے اور اچھے کام کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں بخش دے گا اور عظیم اجر سے نوازے گا (۲۹)

صدق اللہ العظیم

1 الفتح، 48:28

اصحاب پیغمبر کی چند صفات

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ رسول کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے کسی اور گواہی کی محتاج نہیں، اس آیہ میں ارشاد ہے وہ رسول کون ہے ؟فرمایا وہ محمد ہیں جو اللہ کے رسول ہیں، اگلے حصہ میں آپ کے خوش نصیب جانباز صحابہ کا ذکر فرمایا گیا، ان کی یہ عظیم صفت ہے، کفار پر سخت گیر ہیں اور آپس میں مشفق ہیں مہربان ہیں رحم دل ہیں۔ بعض ذہن جو صحابہ میں لڑائی جھگڑے اور دشمنی کی باتیں کرتے ہیں، ان کے جواب کیلئے آیہ مبارکہ کا یہ حصہ کافی ہے۔ ایمانداروں کی محبت کا یہ عالم ہے، آمنے سامنے ہوں تو میل جول سلام و مصافحہ کے ساتھ ملتے ہیں، دشمن سے ٹکراؤ میں سخت ہیں، ایمانداروں سے محبت یہ ہے کیوں ؟اس لئے کہ یہ جماعت اللہ کا فضل چاہتی ہے اور اس کی رضا کو پسند کرتی ہے ان کے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نشان ہیں، پیشانی کا ذکر نہیں چہروں کا ذکر ہے اس سے مراد ان کے باطن کا نور ہے جو چہروں سے نمایاں ہوتا ہے، ان کے یہ اوصاف توراۃ وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔ صحابہ کی یہ جماعت اس کھیت کی مانند ہے جس نے گوشہ نکالا پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا، کھیت کا یہ انداز کاشتکار کو خوش کر رہا ہے ایسے ہی اسلام کے ہرے بھرے کھیت کو پھلتا پھولتا دیکھ کر حضور ﷺ خوش ہو رہے ہیں۔ کائنات بھر میں کلمہ توحید کی گونج رنگ لارہی ہے، کفار کے زنجیر ٹوٹ رہے ہیں، بت کدے برباد ہو رہے ہیں، یورپین ممالک میں جاکر دیکھیں گرجے، مندر، دھرم سالے، گوردوارے، برباد ہو رہے ہیں، مساجد آباد اتوار کے دن گرجاؤں میں برائے نام چند ایک بوڑھے نظر آتے ہیں جبکہ جمعہ کو مساجد بھری ہوتی ہیں۔ نوجوانوں کی کثرت دکھائی دیتی ہے، امریکہ کے صدر نے بارہا کہا ہے کہ امریکہ میں اسلام زیادہ پھیل رہا ہے، جرمن کے وزیر تعلیم نے کہا کالجوں، یونیورسٹیوں میں ہمیں اسلامی تعلیم کا نظام لانا ہو گا کہ مسلمانوں کے بچے تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور عظیم اجر کا وعدہ فرمایا ہے، صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم اور عظیم نعمت مغفرت اور اجر عظیم کے اعلان کے بعد صحابہ کرام میں تنقیص کا پہلو تلاش کرنا جہالت، نامرادی اور تعصب کے بغیر کچھ نہیں۔

الحمد للہ سورۃ الفتح شریف کا ترجمہ، مختصر تفسیر مکمل ہوئی خدا کرے باقی چار پارے بھی موت سے پہلے مکمل ہوں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ الحجرات

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ پاک ساری کی ساری مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، اس سورۃ پاک میں دو رکوع ہیں اور اٹھارہ آیات مبارکہ ہیں۔ اس سورۃ پاک میں کئی بڑے موضوعات پر ارشادات ہیں، اخلاق کے عنوان پر کافی مواد ہے، سیرت اور کردار کے عنوان پر وافر ذخیرہ ملتاہے، اعتقادیات پر درس ملتاہے، تمام مضامین سے اہم اور بڑا عنوان بارگاہ رسالت میں ادب و احترام کا ہے جو سورۃ پاک کے آغاز میں ہی فرمایا گیاہے، حضور ﷺ سے گستاخانہ انداز سے گفتگو کو حرام اور کفر قرار دیا گیاہے۔ اس ادب و احترام کے عنوان پر فرمایا گیا اگر میرے محبوب کی آواز سے اپنی آواز بھی اونچی کی تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائیں گی، میرا محبوب آرام کر رہا ہو تو آوازیں نہ دو، باہر کھڑے ہو کر انتظار کرو، جب وہ خود آئیں تو درخواستیں پیش کرو۔ اس سورۃ پاک میں فرمایا گیا ہے اگر کوئی اسلامی رشتہ میں منسلک ہو جاتا ہے تو تمام قسم کی مغائر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس سورۃ پاک میں پوری انسانیت کو آدم و حوا کی اولاد فرمایا گیا اور اختلافات سے بچنے کا حکم دیا گیاہے۔ اس سورۃ پاک میں آپس کے کشیدہ تعلقات کو امن و آشتی اور صلح سے ٹھیک کرنے کا حکم دیا گیاہے اس سورۃ پاک میں کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی سے روکا گیا ہے، غیبت سے باز رہنے کا حکم دیا گیاہے کسی کا نام بگاڑنے سے روکا گیاہے، کسی کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیاہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر پہل نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے (۱) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو اپنے نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ہی اُن کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے ایک دوسرے سے بلند آواز

بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳﴾



سے باتیں کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا (۲) بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے خاص کر لیا ہے انہیں کیلئے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے (۳)

ادب رسالت مآب ﷺ

اس سے پہلی سورت میں حدیبیہ کی صلح کا ذکر ہے کفار کی طرف سے جو شرائط پیش کی گئیں، ان پر صحابہ پریشان ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خاصہ محسوس کیا اور باتیں کیں تو ساتھ ہی یہ سورت نازل ہو گئی، جس میں رسول اللہ ﷺ سے متعلق فرمایا گیا، اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو[1] ۔اس آیہ پاک میں نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کی تعلیم دی گئی ہے، دوسری آیہ پاک میں ایمانداروں کو نبی پاک ﷺ کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: حضرت اقرع بن حابس دربار نبوی میں حاضر ہوئے، ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی حضور انہیں ان کی قوم پر عامل بنا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، دونوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بحث کی آوازیں بلند ہوئیں تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ محبوب کے سامنے بلند آواز سے باتیں نہ کی جائیں،[2]

حضور ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولنے کا معنی یہ ہے کہ توہین کا پہلو نہ ہو ورنہ صرف اونچی آواز سے بلانا منع نہیں ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز شخص تھے وہ صحابہ کو اونچی آواز سے بلایا کرتے تھے، حضور کے سامنے اونچی آواز سے اذان کہی جاتی تھی،[3]

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ما یکرہ من العمق والتنازع فی العلم الرقم 7302 ص 9/ 97
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب و من سورۃ الحجرات الرقم 3266 ص 5/ 387

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ما یکرہ من العمق والتنازع فی العلم الرقم 7302 ص 9/ 97
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب و من سورۃ الحجرات الرقم 3266 ص 5/ 387

3 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی غزوۃ حنین الرقم 1775 ص 3/ 1398

جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے بلند آواز سے لگائے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ بلند آواز سے حضور کے سامنے نعت خوانی فرماتے تھے، آپ کے سامنے آپ کی تعظیم و توقیر کے کلمات کو بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔ [1]

حضور ﷺ کے سامنے آواز کو پست رکھنے والے صحابہ میں ایک موقعہ پر حضور ﷺ کو حضرت ثابت بن قیس کو گم پایا اور فرمایا وہ کہاں ہے؟ ایک شخص نے عرض کی حضور میں خبر لاتا ہوں، یہ گئے تو قیس سر جھکائے پریشان بیٹھے تھے پوچھا قیس کیا معاملہ ہے، فرمایا میں حضور کے سامنے اونچی آواز سے بولا ہوں میرے تو اعمال برباد ہوگئے، جہنم میں جاؤں گا، اس شخص نے واپس آکر یہ ساری بات حضور کو بتائی آپ نے فرمایا تم اس کے پاس جاؤ اور کہو تم جہنمی نہیں تم جنت میں جاؤ گے۔ [2]

ایک اور حدیث شریف میں بھی یہ عنوان اس طرح ملتا ہے: حضرت سعد دربار رسالت میں حاضر نہ ہوئے، حضرت ثابت نے پوچھا یہ غیر حاضری کیوں ہے، انہوں نے کہا تمہیں معلوم ہے میری آواز اونچی ہے اور بارگاہ رسالت میں اونچی آواز سے بولنا منع کر دیا گیا ہے، سو میں تو دوزخی ہوا، حضرت سعد نے یہ بات حضور سے عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ تو اہل جنت سے ہے ان روایات سے پتہ چلا اونچی آواز سے بطور اہانت مراد ہے، [3] مطلقاً اونچی آواز سے بولنا مراد نہیں، اگر کوئی شخص قدرتی طور پر بلند آواز سے بولتا ہے اور اس کی آواز غیر اختیاری طور پر حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہو جائے تو اس میں حرج نہیں، آیہ نمبر ۶ میں ان لوگوں پر عنایات کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آہستہ گفتگو کرتے ہیں، ایک انعام تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں کو تقویٰ کا عادی بنا دیا ہے ایک انعام یہ ہے اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دیئے جاتے ہیں ایک اور انعام ہے کہ ان کا اجر عظیم ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 علی بن محمد (المتوفی741ھ)، تفسیر خازن، ص4/176

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب علامت النبوی فی السلام الرقم3613ص4/201

3 مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح، للمسلم باب مخافة المومن ان یحبط عمله الرقم119ص1/111

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾ صدق اللہ العظیم

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں (۴) اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس باہر آتے تو یہ ان کیلئے بہت اچھا تھا اور اللہ غفور و رحیم ہے (۵)

بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری کے آداب

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: حضور ﷺ کو حجرہ کے باہر سے ایک شخص نے ندادی اور کہا یا محمد (ﷺ) میری تعریف کرنا نیک عمل ہے اور میری مذمت کرنا بُرا عمل ہے۔ اس آیہ کے شان نزول کو حضرت زید اس طرح بیان کرتے ہیں کچھ لوگوں نے کہا چلو اس کے پاس اگر وہ واقعی نبی ہے تو اتباع کریں گے اگر وہ فرشتہ ہے تو ہم ان کے پروں کے سائے میں زندہ رہیں گے چنانچہ یہ لوگ حضور ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو ندادی اس وقت حضور ﷺ حجرہ میں تشریف فرما تھے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، ان کے متعلق فرمایا ان میں اکثر بے عقل تھے یعنی بے علم تھے یہاں پر علم کو عقل سے تعبیر کیا گیا۔[1]

فرمایا گیا حضور ﷺ کی اطاعت و محبت کے پیش نظر انتظار کرتے تو یہ بہت اچھا تھا بہت مناسب تھا، اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے حضور ﷺ نے بنو عنبر کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا اور قبیلہ کے لوگ اپنے قیدیوں کو چھڑانے کیلئے فدیہ دینے آئے تو یہ آیہ پاک نازل ہو گئی اگر وہ باہر انتظار کر لیتے تو ان کیلئے زیادہ بہتر تھا، ہو سکتا تھا کہ آپ فدیہ لئے بغیر ان قیدیوں کو چھوڑ دیتے۔

اس آیہ پاک میں بھی پہلی آیات مبارکہ کی طرح حضور ﷺ کے ادب واحترام کی تلقین کی گئی ہے اور سورۃ الحجرات کی پہلی پانچ آیات مبارکہ نبی پاک ﷺ کے ادب و احترام کی تعلیم کیلئے نازل ہوئیں، ادب و احترام کے ان ارشادات سے اہل علم لوگوں نے بڑا استفادہ کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ علمی استفادہ کیلئے حضرت ابی کے گھر جاتے تو دروازہ نہ کھٹکھٹاتے، خاموشی سے انتظار کرتے، حضرت ابی کو یہ بات بڑی گراں گزری کہ ابن عباس اس قدر انتظار میں رہتا ہے اور دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا، فرمایا ابن عباس آپ دروازہ کھٹکھٹاتے میں باہر آجاتا۔[2]

---

1 علی بن محمد (المتوفی741ھ)، تفسیر خازن، ص 4/177

2 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/68

آپ نے جواب میں کہا عالم اپنی قوم میں ایسے ہو جاتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کے بارہ میں فرمایا" ولوانهم صبروا "اگر وہ لوگ صبر کرتے آوازیں نہ دیتے۔[1]

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے علمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ پھر تم اپنے کیئے پر شرمندگی اُٹھاؤ (٦) اور جان لو تمہارے اندر رسول اللہ تشریف فرما ہیں اگر وہ تمہاری باتیں اکثر معاملات میں مان لیا کریں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے کفر یا فسق اور نافرمانی کو قابل نفرت بنا دیا ہے، یہی لوگ حق پر ثابت قدم ہیں (٧) اور یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے اور انعام ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (٨)

منافقین کی تحقیق کا حکم

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: حارث بن ابی ضرار فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی،[2]

حضور ﷺ نے ولید بن عقبہ کو بنو مصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا، ولید اور بنو مصطلق کے درمیان عداوت تھی، جب بنو مصطلق نے اس کی آمد کا سنا تو حضور ﷺ کی وجہ سے اس کی تعظیم کی، شیطان

1 الحجرات، 49:5
2 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب الحارث بن ضرار الخزاعی الرقم 3395 ص 3/274

نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ بنو مصطلق اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں، بس یہ خیال کر کے واپس حضور کی طرف لوٹ گیا اور غلط بیانی کی کہ بنو مصطلق زکوۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں اور اس کے قتل کا ارادہ کر لیا ہے۔ ولید بن عقبہ کی یہ بات سن کر حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور بنو مصلطق سے جنگ کا ارادہ فرما لیا، دوسری طرف بنی مصطلق کو جب ولید کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور جب ہمیں یہ پتہ چلا کہ ولید آپ کا نمائندہ بن کر آرہا ہے ہم اس کی تعظیم کیلئے نکلے تاکہ اپنے مالوں سے زکوۃ دیں مگر پتہ چلا کہ وہ تو واپس ہو گیا ہے، ہمیں ڈر لگا کہیں آپ نے تو اسے واپس نہیں بلوا لیا اور آپ کسی وجہ سے ہم سے ناراض ہو گئے ہوں اور ہم اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، حضور ﷺ نے ان پر یقین نہ کیا اور حضرت خالد بن ولید کو ایک لشکر دے کر ان کی طرف روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہاں جا کر جائزہ لیں اگر وہاں پر ایسے حالات ہوں جو ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں تو زکوۃ وصول کر لیں اگر حالات ٹھیک نہ ہوں تو ان کے ساتھ کفار والا معاملہ کریں۔ حضرت خالد بن ولید وہاں پہنچ گئے، مغرب اور عشاء کی اذانوں کو سنا، آپ نے اُن سے صدقات وصول کئے اور بغیر اطاعت کے کچھ نہ دیکھا۔ حضرت خالد بن ولید نے واپس آکر ساری صورت حال حضور ﷺ سے عرض کر دی، تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی، ایمان والو! تمہارے پاس کوئی منافق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، کہیں تم ناواقفی میں لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، پھر اپنے کیئے پر پریشان رہو۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا اللہ کے رسول تم میں موجود ہیں ان پر اللہ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے اگر تم رسول اللہ کو جھوٹی خبر سناؤ گے تو اللہ آپ کو وحی کے ذریعہ تمہارے جھوٹ پر مطلع کر دے گا پھر تم شرمندہ ہو گے اگر حضور ﷺ ولید بن عقبہ کی جھوٹی خبر کی تصدیق نہ کرتے اور بنو مصطلق پر حملہ کر دیتے تو سب مشقت میں پڑ جاتے، یہ تو اللہ کا احسان تھا کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی تم نے کفر، فسق اور گناہوں سے نفرت کی، یہ ہدایت یافتہ ہیں یہ اس کا فضل اور نعمت ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾ صدق اللہ العظیم

اور اگر ایمانداروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو، حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پھر اگر وہ مائل ہو جائے تو عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (۹) بے شک ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (۱۰)

آپس میں صلح کرنا

اس آیہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضور مدینہ منورہ تشریف لائے تو عرض کی گئی آپ عبداللہ بن ابی کے ہاں تشریف لے جائیں تو اچھا ہو گا، آپ اپنی سواری پر وہاں گئے تو عبداللہ نے کہا آپ کی سواری سے مجھے بدبو آرہی ہے، آپ کے ساتھ ایک انصاری نے کہا اللہ کی قسم رسول اللہ کی سواری کی بو تم سے بہت اچھی ہے، عبداللہ کی قوم کے ایک شخص نے اُسے گالی دی پھر دونوں طرف سے لڑائی جھگڑا ہوا، اِنہیں دو جماعتوں کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں، اہل قبا آپس میں لڑ پڑے جب یہ خبر رسول اللہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا، چلو ہم صلح کرواتے ہیں۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ سے صلح فرمائی، اسی آیہ مبارکہ ''فاصلحوا بین اخویکم''[2] کا مظہر تھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور حضرت حسن بن علی آپ کے پہلو میں تھے، آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور آپ فرماتے میرا یہ بیٹا سیّد ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دے گا۔

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قول الامام الاصحابہ اذھوا بنا تصلح الرقم 2693 ص 183/3

2 الحجرات، 49:1

جب حضرت امیر معاویہ اور حضرت حسن کے درمیان اختلاف پیدا ہوا ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن کے پاس دو سفیر بھیجے کہ جاؤ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو صلح کی پیشکش کرو، سو وہ دونوں حضرت امام حسن کے پاس آئے اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے تمام ذمہ داری اور کہا کہ سب معاملات میں ہم ان کے ضامن ہیں تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح فرمالی، بخاری شریف کی یہ حدیث پاک جس میں امیر معاویہ اور امام حسن کی جنگ کا ذکر ہے پتہ چلتا ہے کہ جب دو جماعتیں تاویل کے ساتھ ایک دوسرے سے جنگ کریں تو وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہیں کہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کی جماعتیں جو دونوں برسرپیکار تھیں، دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں فرمایا۔ صحابہ کرام کی جنگوں میں کچھ ذہن الجھاؤ پیدا کر کے سخت تنقید کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے یہ ان کا اختلاف اجتہادی اختلاف ہے، جس میں مجتہد کی غلطی بھی درست ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے یہ اُن کا گھریلو مسئلہ ہے اور کسی کو کسی کے گھریلو مسائل میں اُلجھاؤ پیدا کر کے تنقید نہیں چاہئے۔ قرآن مقدس نے فرمایا بھائیوں میں صلح کراؤ، خدا سے ڈرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اُڑائے ہو سکتا ہے وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دیا کرو نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں (۱۱)

کسی کا مذاق اڑانا کیسا

اس آیہ مبارکہ میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، اسلام امن کا دین ہے مذاق اڑانے سے آپس میں اُلجھاؤ، لڑائی جھگڑا پیدا ہونے کا شدید اندیشہ ہے، یہ آیت مبارکہ بنو تمیم کے متعلق نازل ہوئی یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے فقراء صحابہ کا مذاق اڑاتے تھے، امام ابوالقاسم اس طرح روایت فرماتے

ہیں جب عکرمہ ابو جہل کے بیٹے فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو وہ انصار کی جس مجلس سے گزرتے تو لوگ کہتے یہ ابو جہل کا بیٹا ہے۔

حضرت عکرمہ نے حضور ﷺ سے یہ شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا مُردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت صفیہ بنت حیی حضور ﷺ کے ہاں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ازواج مجھے شرمندہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں اے یہودی کی بیٹی! آپ نے فرمایا صفیہ تو نے انہیں یہ کیوں نہ کہہ دیا میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں اور میرے عم زادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے خاوند حضرت محمد ﷺ ہیں۔ [2]

حضرت حسن فرماتے ہیں جو لوگ دنیا میں لوگوں کا مذاق اُڑاتے تھے، آخرت میں ان کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ انہیں کہا جائے گا کہ آؤ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، مذاق کی مخالفت کے بعد ایک دوسرے کو عیب لگانے کی عادت سے روکا جارہا ہے، [3]

یہ عنوان بخاری شریف کی ایک حدیث پاک سے اس طرح ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا فرمایا ہاں، یہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا یہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ اس آیہ مبارکہ میں ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنے کی مخالفت فرمائی جارہی ہے، [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیہ کا معنی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی برے کام کو چھوڑ کر اس سے توبہ کر چکا ہو اور نیکی کی طرف رجوع کر چکا ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے پچھلے کاموں پر شرم دلانے سے منع فرمایا ہے [5]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/ 80

2 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، اص 9/ 81

3 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فیما ورد من الاخبار فی التشدید علی من الرقم 6333 ص 9/ 109

4 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب باب لا یسب الرجل والدیه الرقم 5973 ص 8/ 3
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء فی عقوق الوالدین الرقم 19032 ص 4/ 312

5 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر جامع البیان فی تأویل القران، ص 26/ 72

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬ صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو ! بہت سے گمانوں سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور تجسّس نہ کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ (۱۲) اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان کرو بے شک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے (۱۳)

بدگمانی اور غیبت کا ذکر

مذاق اُڑانے اور برے القاب سے یاد کرنے کی برائی ذکر کرنے کے بعد، بدگمانی سے بھی روکا جارہا ہے کہ یہ بدعملی بھی فتن و فساد کا سبب بن جاتی ہے اور اسلام کے نظریہ حیات امن و عافیت کے خلاف ہے، یہی عنوان حضور ﷺ کے ارشاد پاک سے اس طرح ملتا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کے حالات جاننے کیلئے تفتیش نہ کرو اور کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ کسی سے بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے۔[1]

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماینھی عن التحاسد والتدابر الرقم6064 ص19/

آیہ مبارکہ میں بدگمانی سے روکا جارہا ہے جیسے منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق محض اس لئے بدگمانی کی تھی کہ وہ قافلہ سے بچھڑ گئی تھیں یا جیسے جب حضور ﷺ مکہ مکرمہ عمرہ کیلئے روانہ ہوئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔[1]

منافقین آپ کے ساتھ اس شبہ کی وجہ سے نہیں گئے تھے کہ یہ ہتھیار لئے بغیر مشرکین کی طرف جارہے ہیں اور مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی کہ مسلمان مارے جائیں گے اور اب وہ واپس مدینہ نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بدگمانی کے رد میں یہ آیہ مبارکہ نازل فرمائی۔ ''بل ظننتم الن ینقلب الرسول والمومنون'' بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور ایماندار کبھی بھی اپنے گھروں کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی مسلمان شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات سن کر اس کے متعلق بدگمانی کرے جبکہ اس کی بات کا کوئی اچھا پہلو نکل سکتا ہے۔[3]

اس آیہ کی تفسیر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومن کو بدگمانی سے روکا ہے مسلمانوں کے عیب تلاش کرنے کی بھی ممانعت فرمادی گئی ہے،[4]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے عیب تلاش کرو تو تم ان کو خراب کرو گے[5]

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسلمان کے عیب کا پردہ رکھا اللہ قیامت کے دن اس کے عیب کا پردہ رکھے گا۔[6]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب تم اپنے ساتھی کے عیب کا ذکر کرو تو اپنے عیوب کو یاد کرو۔ آیہ مبارکہ میں غیبت کرنے کی مذمت فرمائی گئی ہے اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے یہی عنوان حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے اس طرح ملتا ہے[7]

---

1 النور، 24:12
2 النور، 24:12
3 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد باب فی النھی عن التجسس الرقم 4888 ص 4/272
4 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فضل فیما ورد من الاخبار الرقم 6333 ص 9/109
5 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ الرقم 2442 ص 73/128
6 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فضل فیما ورد من الاخبار الرقم 6334 ص 9/110
7 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فیما ورد من الاخبار الرقم 6335 ص 9/110

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے، غیبت کی مذمت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد واضح ملتا ہے، فرمایا میں معراج پر گیا تو ایک ایسی قوم سے گزر ہوا جو پیتل کے ناخنوں سے اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں تو جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ صدق اللہ العظیم

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ کہئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی تو اللہ تمہارے (نیک) اعمال سے کوئی کمی نہیں کرے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے (۱۴) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں (۱۵)

ایمان کی علامات

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، قبیلہ بنو اسد کے لوگ ایک سال قحط میں مبتلا ہو گئے ان لوگوں نے بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور زبانی طور پر اسلام کا اقرار کیا مگر ان کے دل نور ایمان سے محروم تھے ان کی سنگدلی اور اسلام دشمنی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے مدینہ منورہ کے راستوں کو گندگی سے بھر دیا کہ لوگوں کی آمد و رفت میں دقت پیدا ہو اور لوگ حضور ﷺ سے رابطہ نہ کر سکیں۔ قبیلہ بنو اسد کے اس گروہ نے حضور ﷺ

سے کہا ہم اپنے اہل و عیال کو لے کر آپ کے ہاں حاضر ہو گئے ہیں ہم نے دوسرے قبیلوں کی طرح آپ سے جنگ نہیں کی، لہٰذا آپ ہمارا خیال فرمائیں ہماری ضروریات پوری کریں، ان لوگوں کا یہ انداز حضور ﷺ پر احسان جتلانے کا تھا کہ ہم نے آپ سے جنگ نہیں کی آپ ہم پر مہربانی فرمائیں۔ رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنے محبوب پاک کو فرمایا محبوب انہیں کہہ دیں تمہارے دلوں نے ایمان قبول نہیں کیا تم تو صرف اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ گے تو تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، اس قبیلہ کے لوگ زبانی اقرار کے بعد اپنے کو مسلمان خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ان اعراب کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ انہیں مہاجر کہا جائے۔ [1]

اگلی آیہ مبارکہ " انما المؤمنون " سچے مومن کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہر شخص جو اپنے کو مسلمان میں شمار کرے مومن کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کا دل ہر شک و شبہ سے پاک ہو، [2]

اور جب اسلام کی سربلندی کیلئے مال و جان قربان کرنے کا موقعہ آئے تو خوشی خوشی یہ کر گزرے۔ زبانی طور پر اقرار اسلام ہے اور دل کی گہرائیوں سے ماننا ایمان ہے، اگرچہ ایمان اسلام کے معنوں میں ہے اور اسلام ایمان کے معنوں میں آتا ہے جس کے بہت سے دلائل ملتے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں اسلام کے لغوی معنی مراد ہیں اصطلاحی معنی مراد نہیں، ایمان اصطلاح شریعت میں تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام نام ہے اعمال ظاہرہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا، اسلام اگرچہ اعمال ظاہرہ کا نام ہے لیکن شریعت میں وہ اس وقت تک معتبر نہیں جب تک دل میں تصدیق نہ آجائے، ورنہ وہ نفاق ہے اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں اور ایمان اسلام کے بغیر شرعاً معتبر نہیں، وہ لوگ ظاہری اطاعت کے باعث مسلمان کہلاتے تھے مگر دل میں ایمان نہ ہونے کے باعث مومن نہ تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ  يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ

(اے محبوب) آپ کہئے کیا تم اللہ کو اپنا دین بتلا رہے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے (۱۶) (اے رسول مکرم) یہ آپ پر اپنے اسلام لانے کا

1 الحجرات، 49:14
2 الحجرات، 49:15

هٰذٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ صدق اللہ العظیم

احسان جتاتے ہیں آپ کہئے تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو (۱۷) بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کے کل غیب جانتا ہے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو (۱۸)

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جانتا ہے

اس آیہ کریمہ میں دیہاتیوں کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم بغیر جنگ کے از خود اسلام لائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے محبوب آپ کہئے کہ تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان جتا رہے ہو یہ تو تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت دی اور تم نے دل سے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہیں کی، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اللہ کو دھوکہ دے سکتے ہو، اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں زمینوں کی چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے کیا وہ تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے نفاق کو نہیں جانتا، اے بندے تیرا معاملہ اس خدا سے جو کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتا ہے، عرش سے فرش، شرق سے غرب، جنوب سے شمال غرضیکہ کائنات کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں ایسے علیم و خبیر کے سامنے تمہارے مکر و فریب کیسے مخفی ہو سکتے ہیں۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سورۃ الحجرات شریف کا ترجمہ، تفسیر مکمل ہوئے، خدا کرے زندگی ختم ہونے سے پہلے قرآن کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہو سکے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ ق شریف

یہ سورۃ پاک مکی ہے اس کے تین رکوع اور پنتالیس آیات ہیں اس سورۃ پاک میں کفار کے اس نظریہ کی تردید ہے کہ مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا عقیدہ غلط ہے، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ذرات بکھر جائیں دور دراز تک پھیل جائیں اور پھر وہ ذرات اکٹھے ہوں اور انسانی شکل اختیار کریں، اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ رب قدوس جل مجدہٗ الکریم کیلئے بکھرے ذرات کا اکٹھا کرنا انسانی شکل میں لانا ذرہ بھر بھی دشوار نہیں۔ اس سورۃ پاک میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تمہاری طرح پہلے بھی کئی قوموں نے سرکشی کی تھی، نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار وہ برباد ہوگئے کیا تم بھی اپنا یہی انجام دیکھنا چاہتے ہو: اس سورۃ پاک میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے دور نہیں وہ ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے کسی کی کوئی حرکت اس سے مخفی نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی گرفت سے باہر ہے، اس سورۃ پاک کے آخر میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ ان لوگوں کی سازشوں حرکتوں سے پریشان نہ ہوں، صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں، صبح و شام میرا ذکر کرتے رہیں کامیاب آپ ہی ہوں گے۔ اس سورۃ ق شریف کا ذکر متعدد احادیث طیبہ میں بھی ملتا ہے۔ مسلم شریف میں ہے حضرت قلبہ بن مالک فرماتے ہیں حضور ﷺ فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ ق پڑھا کرتے تھے، [1]

ابو واقد لیثی فرماتے ہیں حضور ﷺ عید کی نماز میں سورۃ ق اور "اقتربت الساعۃ" پڑھا کرتے تھے، [2]

ام ہشام بنت حارثہ فرماتی ہیں، میں نے "ق والقرآن المجید" کو رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کیا ہے آپ ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ دیتے یہ سورۃ پاک پڑھا کرتے تھے۔ [3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب القراۃ فی الصبح الرقم457ص1/ 336
محمد بن یزید (المتوفی273ھ)، السنن ابن ماجہ، باب القراۃ فی الصلاۃ الفجر الرقم816ص1/ 268
2 محمد بن یزید (المتوفی273ھ) سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی القراۃ فی صلاۃ الرقم1282ص1/ 408
محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب مایقرء بہ فی صلاۃ العیدین الرقم891ص2/ 607
3 مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب تخفیف الصلاۃ و الخطبۃ الرقم872ص2/ 595
سلیمان بن اشعث (المتوفی275ھ)، السنن ابوداؤد، باب الرجل یختب علی توس الرقم1102ص1/ 288

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ ۞ ١ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا شَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ۞ ٢ ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌ ۢ بَعِيۡدٌ ۞ ٣ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ۞ ٤ بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَـقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِىۡۤ اَمۡرٍ مَّرِيۡجٍ ۞ ٥ اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَزَيَّـنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۞ ٦

صدق اللہ العظیم

ق قرآن مجید کی قسم (۱) (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک (عذاب سے) ڈر سنانے والا آگیا پس کافروں نے کہا یہ عجیب بات ہے (۲) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے) بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہے (۳) بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین اُن سے کتنا کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے (۴) بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا سو وہ اُلجھن میں ہیں (۵) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اُسے کیسے بنایا اور کس طرح اس کو مزین کیا اور اس میں کوئی شگاف نہیں (٦)

مرنے کے بعد اٹھایا جانا

"ق" حروف مقطعات میں سے ہے، ان حروف سے اللہ تعالیٰ کی جو بھی مراد ہے وہ حق ہے تاہم مفسرین نے معانی بیان کیئے ہیں، ابن عباس فرماتے ہیں، ق اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اللہ نے اس اسم کی قسم کھائی ہے [1]

حضرت قتادہ فرماتے ہیں، ق قرآن مجید کے ناموں سے ایک نام ہے بعض نے کہا ق سے مراد قدیر ہے، قادر ہے، قاہر ہے، ابن عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب کی قوت کی قسم کھائی ہے، جس قلب نے قرآن

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 92/93، 9

مجید کے نزول کے بوجھ کو برداشت کیا، حالانکہ اس بوجھ کو بڑے بڑے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے [1] حروف مقطعات کا یہ معنی بھی دل بھاتا معنی ہے " سر بین اللہ و رسولہ " یہ حروف خدا اور مصطفیٰ کے درمیان راز ہیں (واللہ اعلم بالصواب) [2]

کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ مرنے کے بعد کیسے اٹھایا جا سکتا ہے، قرآن مقدس کے اس عنوان "مرنے کے بعد جی اُٹھنے" کو حدیث شریف میں اس طرح تائید ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن لوگ بے ہوش ہوں گے، اسی دن تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کی حضور کیسے پیش کیا جائے گا، آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہو گا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ [3]

آیہ پاک میں ارشاد ہے ہم جانتے ہیں زمین اُن سے کتنا کم کرتی ہے، اس سے مراد انسانوں کی موت ہے اللہ کو علم ہے زمین پر رہنے والوں سے کتنے لوگ مر جائیں گے کتنے باقی رہ جائیں گے مرنے کے بعد جب انسان مٹی ہو جائے گا، ذرات بکھر جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ انہیں جمع کرے، فرمایا ان کے اعمال کو محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن مقدس نے ان کے حق نہ ماننے کو "امر مریج " کہا، جس کا معنی ہے نہایت برا کام، قرآن مقدس نے کہا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا، ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا، انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ آسمان کو غور و فکر سے دیکھو جب اللہ اس عظیم آسمان کو بنانے پر قادر ہے بلکہ ساری کائنات کو بنانے پر قادر ہے تو انسان کے مرنے کے بعد اُسے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 92/93 9:

2 ق:

3 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فضل یوم الجمعۃ و لیۃ الجمعۃ الرقم 1047 ص 1/ 275
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب فی فضل الجمعۃ الرقم 1085 ص 1/ 345
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، سنن نسائی، باب ذکر فضل یوم الجمعۃ الرقم 1373 ص 3/ 89

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ
وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ۷ تَبْصِرَةً
وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ
الْحَصِيْدِ ۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ
۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا
كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۱۱

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا (۷) سوچ اور سمجھ ہے ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے (۸) اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اُتارا تو اس سے باغ اگائے اور کھیتوں کا غلہ (۹) اور کھجور کے لمبے درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں (۱۰) (یہ سب کچھ) بندوں کی روزی کیلئے ہے اور اس (پانی) سے مردہ زمین کو ہم نے زندہ کیا، یونہی (قبروں سے) تمہارا نکلنا ہے (۱۱)



انعامات الٰہیہ

مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے بارہ میں پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کیا انہوں نے آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اُسے کیسے بنایا کیسے سجایا، اور اس میں کہیں شگاف نہیں، جو ذات یہ بنانے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے، اس آیہ کریمہ میں زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، جس اللہ نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ نصب کیئے اور ہر قسم کے خوشنما پودے اگائے جو ہر رجوع کرنے والے کیلئے بصیرت بھی ہے نصیحت بھی، کیا وہ ذات گرامی جس نے زمین کو پھیلایا ہے بنایا ہے وہ موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر نہیں ؟اگلی آیہ کریمہ میں ایک اور دلیل فرمائی جا رہی ہے ہم نے آسمانوں سے برکت والا پانی نازل کیا اس میں باغات، کھیتوں میں کاٹی جانے والی فصل اگائی۔آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے باغات اور کھیتوں دونوں کا ذکر فرمایا ہے، باغات کے پھل اُتار لئے جانے کے بعد بھی ان کے درخت قائم رہتے ہیں اور کھیتوں سے فصل کٹنے کے بعد پودے ختم ہو جاتے ہیں اس عنوان پر اپنی قدرت کاملہ کی ایک اور دلیل فرمائی کہ بندوں کے رزق کیلئے کھجور کے لمبے درخت اگائے جن پر پھل لدے ہوئے ہیں جو ذات اقدس اس پر قادر ہے اس کیلئے موت کے بعد حیات دینا کونسا مشکل مسئلہ ہے ؟

کھجور کے درخت کا ذکر فرمایا گیا کہ عربوں میں کھجور کو خاص اہمیت حاصل ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر

فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے گرتے نہیں اور وہ مسلمان کی مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے [1]

ابن عمر فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر شرم کے مارے ذکر نہ کر سکا۔ پھر صحابہ نے عرض کی حضور فرمایئے وہ کون سا درخت ہے، آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے، پھر فرمایا پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا اسی طرح تمہارا قبروں سے نکلنا ہے۔[2]

ان آیات مبارکہ میں ان لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ تم وقوعِ قیامت کو محال سمجھتے ہو، کائنات کا مشاہدہ تو کرو، آسمانوں کا قیام کیسا حیران کن ہے زمینوں کا بچھانا، ان پر گھاس درخت بوٹیاں اگانا بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرنا اس زمین کا پھل اگانا کس قدر مشکل حیران کن کام ہیں، اس ذات گرامی کیلئے موت کے بعد زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝١٣ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝١٤ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٥ صدق اللہ العظیم

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اندھے کنوئیں والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا تھا (۱۲) اور عاد اور فرعون اور لوط کے علاقے والوں نے (۱۳) اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا سو عذاب کی وعید برحق ہے (۱۴) تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں (۱۵)

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب طرح الامام المسألة الرقم62ص1/ 22
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب مثل المومن النخلة الرقم2811ص4/ 2164
2 ق، 50:110

پچھلی قوموں کے احوال

جس طرح کفار مکہ حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور آپ کے لائے ہوئے دین کو ٹھکرا رہے ہیں اسی طرح پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، حضرت نوح کو جھٹلا چکی ہے اور اصحاب رس بھی جھٹلا چکے ہیں۔ رس اُس کنویں کو کہتے ہیں جس کو کسی چیز سے ڈھکا نہ گیا ہو اور نہ ہی اس کی منڈیر ہو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آذر بائی جان کے لوگوں کا کنواں ہے،[2]

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد اہل یمامہ ہیں، انہوں نے بہت سے کنوئیں کھودے ہوئے تھے۔[3]

س آیہ پاک میں ثمود کا ذکر ہے، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ثمود کہتے ہیں، عاد کا ذکر ہے عاد ایک شخص کا نام ہے جو عمالیق سے تھا یہ لوگ یمن کے ٹیلوں میں رہتے تھے یہ حضرت ہود کی قوم تھی۔ آیہ پاک میں فرعون کا ذکر ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ۸۰ سال تک اسے دعوت حق دیتے رہے ،آیہ پاک میں ایکہ والوں کا ذکر ہے ایکہ وہ جگہ ہے جہاں درختوں کا جھنڈ ہو۔[4]

حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب ایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے، ان دونوں قوموں پر عذاب نازل کیا گیا اہل مدین ایک زبردست چیخ سن کر ہلاک ہوئے اور اصحاب ایکہ پر بادل کا عذاب آیا تھا،[5]

آیہ پاک میں قوم تبع کا بھی ذکر ہے، تبع عرب کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ تھا اسے تبع اس لئے کہتے تھے اس کے متبعین بہت تھے، وہب بن منبہ کہتے ہیں تبع خود مسلمان تھا اس کی قوم کافر تھی ان کے ذکر کے بعد فرمایا گیا ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا سو عذاب کی وعید برحق ہے پھر ان پر عذاب نازل ہوا کفار مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنے کفر پر ڈٹے رہے تو تم پر عذاب کا خطرہ ہے، فرمایا گیا کیا ہم پہلی بار کافروں کو برباد کر کے تھک گئے ہیں تمہیں شک پڑ گیا ہے کہ شاید تم کو ہلاک نہ کیا جائے حالانکہ تم پہلی اُمتوں کے مقابلہ میں بہت کمزور ہو یا اس کا معنی یہ ہے کیا ہم دنیا کے لوگوں کو پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں جو تم کو شک پڑ رہا ہے کہ شائد تم کو ہلاک نہ کیا جائے یہ آیہ کریمہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے پر دلیل ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1. اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/109
2. محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/337
3. محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/337
4. اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/110
5. اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/110

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۖۚ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ ﴿۱۶﴾ اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيۡدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡوَعِيۡدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ ﴿۲۱﴾ صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور ہم اس کی شاہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں (۱۶) اس کے ہر قول اور فعل کو فرشتے حاصل کر لیتے ہیں جو اس کے داہیں اور بائیں جانب بیٹھے ہیں (۱۷) اور جو بات بھی کہتا ہے ہر اس کا محافظ فرشتہ منتظر رہتا ہے (۱۸) اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی یہی وہ چیز ہے جس سے تو انحراف کرتا تھا (۱۹) اور صور میں پھونک دیا جائے گا یہی ہے عذاب کی وعید کا دن (۲۰) اور ہر شخص اسی طرح حاضر ہو گا کہ اس کو چلانے والا ایک فرشتہ ہو گا (۲۱)

انسان کی تخلیق

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے تخلیق انسانی کا ذکر کر کے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بارہ میں اپنے علم کا ذکر کیا ہے کہ ہم اس کے وسوسوں کو بھی جانتے ہیں، انسان کی تمام خوبیاں تمام کمزوریاں ہمارے علم میں ہیں، انسان خود اپنے حالات سے بے خبر ہو سکتا ہے مگر ہم اس کے سارے معاملات سے باخبر ہیں، ہمارا علم اُسے محیط ہے افسوس ہے اتنے قرب کے باوجود وہ ہم سے بے خبر ہے، اس کے قرب کا ادراک نور فراست سے ہی ہو سکتا ہے، عقل و فکر اس کے ادراک سے عاجز نہیں، رب قدوس جل مجدہٗ بذات خود خبیر ہے علیم ہے مگر انسان کیلئے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے دائیں بائیں رہتے ہیں، اس کی ہر بات کو لکھ لیتے ہیں انسان کی کوئی بات ایسی نہیں جو فرشتوں سے اوجھل ہو انہیں پتہ نہ ہو قیامت کے دن اس کے اعمال کا دفتر کھولا جائے گا اور اس کے اس دفتر کو بطور دستاویزی ثبوت پیش کیا جائے گا اور اس کی ساری صورتیں اصل حال میں ہی پیش ہوں گی اور اسے کسی قسم کے انکار کی گنجائش نہیں ہو گی، انسان کی موت کے وقت جب جاں کنی کے آثار مرتب ہوتے ہیں تو حشر کا منظر اسے دکھائی دیتا ہے، جس کا ساری زندگی انکار کرتا رہا، آنکھوں سے مشاہدہ

کرے گا اس وقت اسے کہا جائے گا اب یہ حقیقت تمہارے سامنے ہے کیا اب اس کے انکار کی ہمت کر سکتے ہو؟ ایک لمبا عرصہ عالم برزخ میں گزرے گا پھر صور پھونکا جائے گا، اس کی مہیب آواز سے ہر بندہ قبر سے نکلے گا اور میدان حشر میں کھڑا کر دیا جائے گا، دنیا میں انکار کرنے والوں سے کہا جائے گا یہی وہ عذاب کا دن ہے جس کے بارہ میں تمہیں انبیاء بتاتے تھے اور تم انکار کرتے تھے، اس دن کوئی حقیقت کا انکار نہیں کر سکے گا۔

ہر شخص کیلئے دو فرشتے مقرر ہوں گے، ایک پیچھے سے ہانک کر لے جائے گا دوسرا فرشتہ دفتر عمل کیساتھ ہو گا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں ان دو فرشتوں میں سے دائیں والا نیک اعمال لکھتا ہے اور وہ بائیں والے کا بھی نگران ہے اگر انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو دائیں والا اُسے کہتا ہے ابھی نہ لکھو مہلت دو شائد توبہ کرے (ابن ابی حاتم) فرشتے قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے مجتنب رہتے ہیں،[1]

عطا بن یسار فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جیسے بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میرے بندے کے ان نیک کاموں کو لکھتے رہو جو وہ صحت کے دنوں میں کیا کرتا تھا[2]

حضرت انس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ مر جاتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ! ہم آسمان پر آجائیں؟ حکم ہوتا ہے آسمان پر تو فرشتے بہت سے ہیں کیا پھر زمین پر رہیں تو حکم ہوتا ہے زمین پر بہت فرشتے ہیں عرض کرتے ہیں پھر کہاں جائیں؟ حکم ہوتا ہے اس بندے کی قبر پر رہو اور یہ پڑھتے رہو "اللہ اکبر لا الہ الا اللہ" اور "سبحان اللہ"۔[3]

حضرت حسن بصری نے اسی آیہ کو پڑھ کر فرمایا، ابن آدم تیرے لئے نامہ عمل بچھا دیا گیا ہے جب تو مرے گا تو یہ صحیفہ تیری گردن میں رکھ دیا جائے گا جو تیرے ساتھ قبر میں جائے گا اور رہے گا جب تو قیامت کے دن اُٹھے گا تو رب قدوس فرمائے گا "کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ" ہر انسان کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا ہے۔[4]

وَصلَّی اللهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

1 عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص330810
2 ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد (المتوفی 235ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ باب ما قالوا فی ثواب الحمی والمرضی الرقم 10812 ص 2/ 441
3 عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 10/ 3309
4 اسرا، 17:13

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ
غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ
قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ
كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾
الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي
الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ
اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا
تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ
﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ
لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے (۲۲) اسکا ساتھی فرشتہ کہے گا یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے (۲۳) ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈال دو (۲۴) جو نیکی سے منع کرنے والا حد سے زیادہ شک کرنے والا ہے (۲۵) جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا تم اس کو سخت عذاب میں ڈال دو (۲۶) ساتھی (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا لیکن یہ خود بڑے درجہ کی گمراہی میں تھا (۲۷) اللہ فرمائے گا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تو پہلے ہی (عذاب کی) وعید سنا چکا ہوں (۲۸) میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں (۲۹)

کفار کا انجام

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ میں کافر سے خطاب ہے کیونکہ وہ کفر کے نتائج سے غفلت میں تھا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب انسان قبر سے نکلے گا تو اس کی نگاہ بہت تیز ہو گی، بعض نے کہا میدان محشر میں اس کی نگاہ تیز ہو گی وہ آنکھوں سے آخرت کے حالات کا معائنہ کرے گا [1]

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں اور برائیوں کو دیکھے گا اس کی زندگی کا ساتھی فرشتہ کہے گا اس کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے تو بارگاہ قدس سے حکم ہو گا، ہر سرکش کافر کو دوزخ میں ڈال دو۔

"عنید" وہ شخص ہے جو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت کرے اور اس کا انکار کرے، ان آیات میں کافر

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/109

سے مراد وہ شخص ہے جو خود بھی کفر کرتا ہو اور دوسروں کو گمراہی پر آمادہ کرتا ہو، کافر بناتا ہو اپنے مال پر فخر کرتا ہو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے انکار کرتا ہو، اس کا براساتھی شیطان کہے گا اے اللہ اسے میں نے گمراہ نہیں کیا یہ خود ہی گمراہی میں مبتلا تھا، اس نے اپنے اختیار سے کفر کیا میں نے تو صرف گمراہی کی دعوت دی تھی اس نے وہ دعوت قبول کر لی، اس وقت بارگاہ قدس سے حکم ہو گا میرے سامنے نہ جھگڑو میں اس سے پہلے تمہارے پاس رسولوں کو بھیج چکا ہوں اور ان کی زبانی تمہیں عذاب کی خبر دے چکا ہوں، میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں کہ کسی کو بے قصور سزا دوں یا کسی مومن صالح کو ثواب سے محروم کر دوں ایسا نہیں ہو گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ
مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ
بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ
حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ
بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ
يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا
مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ
اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ
مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو پُر ہو گئی ؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور زیادہ لوگ ہیں ؟ (۳۰) اور جنت کو متقین کی قریب لایا جائے گا وہ اُن سے دور نہ ہو گی (۳۱) یہ وہ (انعام) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس شخص کیلئے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے (دین کی) حفاظت کرنے والا ہو (۳۲) جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور اللہ سے رجوع کرنے والا دل لایا (۳۳) جنت میں ہمیشہ کیلئے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ (۳۴) متقین کیلئے جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس اس سے زیادہ ہے (۳۵) اور ہم نے ان (مکہ والوں) سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دی تھیں جو طاقت میں ان سے زیادہ تھیں انہوں نے بہت سے شہروں کو گھوم پھر کر دیکھا کہ کہیں چھٹکارے کی جگہ ہو (۳۶)

وسعت جہنم

اس آیہ مبارکہ میں جہنم کی وسعت کا ذکر فرمایا گیا ہے بتایا گیا ہے جہنم کوئی تنگ جگہ نہیں کہ کچھ لوگ داخل کر دیئے جائیں گے تو یہ بھر جائے گی اور باقی مجرم اس میں داخل نہ ہو سکیں گے، جب کفار و مشرکین کو اس میں ڈالا جائے گا تو رب قدوس فرمائے گا کیا تو پُر ہو گئی ہے جہنم کہے گی کیا کچھ اور بھی ہیں، جہنمیوں کے ذکر کے بعد ایمانداروں کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے ہم سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کی اور ساری زندگی اطاعت و وفا شعاری میں رہے قیامت کے دن ان کی عظمت کا عظیم عالم ہو گا، جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، یہ صورت نہیں ہو گی کہ بہت لمبا سفر کر کے جنت میں جائیں گے، غیر بعید فرما کر بتایا جارہا ہے کہ جنت ان کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی، یہ لوگ جنت کے طالب نہیں بلکہ جنت ان کی طالب ہو گی اور یہ جنت کے مطلوب و محبوب ہوں گے۔ جنت کی ساری آرائشیں خوبیاں سارا حسن و جمال سمٹ کر ان کے قدموں میں ہو گا، یہ نعمتیں عظمتیں جن لوگوں کیلئے فرمائی جارہی ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ رجوع کرنے والے ہیں، جب بھی کوئی غلطی سرزد ہوئی تو فوراً توبہ کی طرف رجوع کر لیا، یہ وہ لوگ ہیں جب کبھی بھی کوئی غلطی ہوئی تو توبہ کا دروازہ کھٹکھٹا لیا، اپنی غلطی پر وہ مُصِر نہیں ہوتے، سرکشی اختیار نہیں کرتے، شرمندگی کے آنسو بہا کر معافی مانگ لیتے اور شرم کے آنسو بہت قیمتی دولت ہیں۔ اقبال مرحوم نے اچھا انداز اختیار کیا ہے

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے [1]

حضرت مجاہد کہتے ہیں اواب وہ ہیں جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرتے ہیں، بعض علماء نے کہا "اواب" وہ ہیں جو محفل سے اُٹھیں تو عرض کریں یا اللہ اس محفل میں جو مجھ سے غلطی ہوئی ہے معاف کر دے، ابو بکر فرماتے ہیں "اواب" وہ ہے کہ ہر حالت فراخی تنگی میں، خوشحالی تکلیف میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، ان جنتی لوگوں کی دوسری صفت یہ فرمائی گئی کہ وہ حفاظت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہیں، [2] امانت میں خیانت سے بچتے ہیں، متقین کی ایک یہ صفت بیان کی گئی جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے

---

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 550/349
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/ 364

اور ایسا دل لایا جو خدا کی طرف متوجہ تھا، دل ہر لحہ خدا کی طرف مائل رہا، زمانے کے حالات نے اس پر کوئی بُرا اثر مرتب نہ کیا، حالات جیسے بھی بدلتے رہیں دل کی حالت وہی ہے کہ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے، ایسے لوگوں سے کہا جائے گا سلامتی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ، جنت میں ان کے استقبال کیلئے فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے جو '' السلام علیکم '' کے دعائیہ جملہ سے خوش آمدید کہیں گے، ان انعامات کے علاوہ ان کیلئے ہر وہ شے ہو گی جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں اس ''مزید'' سے مراد اللہ کی زیارت ہے۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کیلئے جو دل (بینا) رکھتا ہو یا کان لگا کر (کلام الٰہی کو متوجہ ہو کر) سنے (۳۷) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں اور ہمیں تھکاوٹ نے مس تک نہیں کیا (۳۸) پس آپ صبر کیجئے وہ جو کچھ کہتے ہیں اور اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے (۳۹) اور رات کے وقت بھی اس کی تسبیح بیان کیجئے اور نمازوں کے بعد بھی (۴۰) اور غور سے سنو اس دن کے بارہ میں جب پکارنے والا قریب سے پکارے گا (۴۱) جس دن سب لوگ ایک گرج دار آواز کو سنیں گے یقیناً وہی دن (قبروں سے) نکلنے کا ہو گا (۴۲)

قرآن پاک میں ہر چیز کا علم ہے

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے قرآن کریم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے نصیحت کا فائدہ اس شخص کو پہنچ سکتا ہے جس میں عقل ہو یا زندگی ہو بے عقل یا مردہ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں "قلب" سے مراد عقل ہے چونکہ عقل کا مرکز دل ہے اس لئے اُسے "قلب" سے تعبیر کیا گیا۔ بعض مفسرین نے کہا "قلب" سے مراد حیات ہے وہ بھی اسی لئے کہ حیات کا مدار "قلب" ہے۔ آیات مذکورہ کا فائدہ دو شخصوں کو پہنچتا ہے ایک وہ جو خود عقل رکھتا ہے یا پھر وہ جو آیات الٰہیہ کو کان لگا کر سنتا ہے اور ایسا سنتا ہے کہ خود حاضر بھی ہو یہ صورت نہ ہو کہ کان تو سن رہے ہوں دل حاضر نہیں۔ [1]

تفسیر مظہری میں ہے کہ پہلی قسم کاملین اُمت کی ہے اور دوسری قسم متبعین کی ہے جو ان کے نظریات سے دین کی باتیں مان لیتے ہیں فرمایا ہم نے آسمانوں زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس سے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی، محبوب سے فرمایا گیا کہ آپ مخالفین کی باتوں پر صبر کریں اگر وہ آپ کی ذات کے خلاف کوئی بات کرتے ہیں تو صبر کریں اگر اسلام کے خلاف ہے تو ان کے خلاف جہاد کریں [2]

ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے یہود نے جو کہا کہ اللہ چھ دن کام کرنے کے بعد تھک گیا اور ہفتہ کو آرام کیا تو آپ ان کے اس قول پر صبر کریں۔

فرمایا گیا طلوع شمس سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح بیان کریں، اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں اس کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں دیکھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو گی اگر تم طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے میں کسی سے مغلوب نہ ہو تو ایسا کر لو پھر آپ نے یہی آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔ [3]

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/ 364

2 محمد ثناء اللہ، (المتوفی 1225)، تفسیر مظہری، ص 9/ 75

3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل صلاۃ العصر الرقن 554 ص 1/ 115

محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر الرقم 633 ص 1/ 439

محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب فیما انکرت الجھمیہ الرقم 177 ص 1/ 63

"وسبح بحمد ربك" فجر اور عصر کی نمازوں کی تاکید ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتی ہے ، حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے اور دن کے اعمال لکھنے والے فرشتے ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور یہ دونوں فرشتے فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں اللہ ان سے فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے وہ کہتے ہیں ہم نے انہیں چھوڑا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

رات کو اٹھ کر تسبیح کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے تمام رات نماز پڑھنا، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے فجر کی دو رکعت سنت ادا کرنا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے عشاء کی نماز پڑھنا، تسبیح پڑھنے کا اجر وثواب حدیث شریف میں اس طرح ذکر ہے ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں[2] حضور ﷺ نے فرمایا جس نے نماز کے بعد سو مرتبہ "سبحان اللہ" کہا یا سو مرتبہ "لا الہ الا اللہ" کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ، خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں ، ابن عباس فرماتے ہیں مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنا یہ "ادبار السجود" ہے۔[3]

اے مخاطب ! قیامت کی چیخ کو غور سے سن ، ندا دینے والے سے مراد حضرت جبرائیل ہیں ، حضرت اسرافیل ہیں ، ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ کفار کی چیخ و پکار کو سن جو قریب کی جگہ سے ہائے عذاب ہائے عذاب پکار رہے ہوں گے ، اس چیخ کو تمام اہل محشر سن رہے ہوں گے اور یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل صلاۃ العصر الرقم 555 ص 1/ 115
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل الصبح والعصر الرقم 632 ص 1/ 439
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، السنن نسائی، باب فضل صلاۃ الجماعۃ الرقم 485 ص 1/ 240

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل التسبیح الرقم 6405 ص 8/ 86
محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء الرقم 2691 ص 4/ 2071
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب مایقول اذا اصبح الرقم 5091 ص 4/ 324

3 ق، 50:40

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی (سب نے) لوٹنا ہے (۴۳) جس دن زمین اُن کے اوپر سے پھٹ جائے گی اور جلدی نکل پڑیں گے یہی حشر ہے یہ ہمارے لئے آسان ہے (۴۴) ہم اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں آپ اس قرآن سے ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہیں جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے (۴۵)

قیامت کے احوال

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایک چیخ کے ذریعہ سے قبروں سے جی اُٹھنے کا ذکر فرمایا گیا، اسی عنوان کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ زمین اوپر سے پھٹ جائے گی اور وہ جلدی جلدی قبروں سے نکلنا شروع ہو جائیں گے، یہ حساب کیلئے جمع ہونے کا دن ہے، اور یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے مُردے قبروں سے نکل کر میدان محشر کی طرف دوڑیں گے، یہ دوڑنا ملک شام کی طرف ہو گا۔ ترمذی شریف میں حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے شام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہاں سے اس کی طرف یعنی شام کی طرف سب اُٹھائے جاؤ گے۔ [1]

اس آیہ میں ارشاد ہے ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے ہم زندوں پر موت طاری کرتے ہیں اور مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں، جس دن زمین پھٹ جائے گی اور مردے زندہ ہو کر حضرت اسرافیل کی طرف دوڑیں گے یہ سب بیت المقدس کی طرف دوڑیں گے جہاں حشر بپا ہو گا اور یہ ہم پر آسان ہے۔ امام مسلم نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کا حشر میدے کی طرح سفید روئی پر کیا جائے گا۔ [2]

---

1 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب بهز بن حکیم عن ابیه عن جدیه الرقم 20051 ص 33/ 246

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب یقبض الله الارض الرقم 6521 ص 8/ 109

مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فی البعث والنشور وصفة الرقم 2790 ص 4/ 2150

احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، السنن نسائی، باب البعث الرقم 2082 ص 4/ 114

قیامت کے دن لوگوں کے حشر کی کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضور ﷺ سے اس طرح بیان کیا ہے، قیامت کے دن لوگ بھوکے پیاسے جمع ہوں گے ان کا بے لباس حشر کیا جائے گا اور وہ بہت زیادہ تھکے ماندے ہوں گے پس جسے اللہ کھلائے گا کھائے گا اور جس کو اللہ پلائے گا وہ پیئے گا اور جس کو اللہ پہنائے گا وہ پہنے گا اور جس کی اللہ مدد فرمائے گا وہ راحت پائے گا۔[1]

گنہگاروں کے حشر کی کیفیت کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے کچھ بندروں کی شکل میں ہوں گے، یہ چغلخور ہوں گے، کچھ خنزیر کی شکل میں یہ رشوت خور حرام کی کمائی والے ہوں گے، کچھ اُلٹے کھڑے ہوں گے یہ سود خور ہوں گے۔ کچھ لوگ اندھے لائے جائیں گے یہ غلط فیصلے کرنے والے ہوں گے، کچھ لوگوں کی زبانیں لٹکی ہوں گی یہ وہ علماء واعظین ہوں گے جو کہتے کچھ تھے کرتے کچھ تھے۔ کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں گے یہ پڑوسیوں کو تنگ کرنے والے ہوں گے، کچھ لوگ بہت زیادہ بدبودار ہوں گے یہ وہ ہوں گے اپنی شہوتوں لذتوں میں ڈوبے رہتے تھے۔

بندے کا جن گناہوں پر خاتمہ ہو گا اُن ہی گناہوں پر قیامت کے دن اس کو اُٹھایا جائے گا جیسے حدیث شریف سے واضح ہے شراب پینے والا اس حال میں اُٹھایا جائے گا کہ شراب کی صراحی اس کے گلے میں لٹکی ہوئی ہو گی، اور شراب کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہو گا اس سے ایسی بدبو آ رہی ہو گی جیسے مُردار زمین پر پڑا ہو اور مخلوق میں سے ہر گزرنے والا شخص اس پر لعنت کرے گا،[2]

بندوں کا جن اعمال پر خاتمہ ہو انہیں اعمال پر ان کو اٹھایا جائے گا، جیسے حدیث شریف میں آتا ہے ایک احرام باندھتے شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا اور وہ فوت ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور اس کو انہیں کپڑوں میں کفن دو اس کو نہ خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھانپو کہ یہ قیامت کے دن (لبیك اللهم لبیك) کہتا اُٹھے گا۔

---

1 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/144

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب الکفن فی ثوبین الرقم 1265 ص 2/75
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات الرقم 1206 ص 2/865

آیہ کے آخر میں فرمایا جو کچھ کفار کہتے ہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں آپ قرآن کی نصیحت اسے کریں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔ حضرت قتادہ نے اس آیہ کو پڑھ کر دعا کی اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو آپ کی وعید عذاب سے ڈرتے ہیں۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

سورۃالذاریات

اس سورۃ پاک میں تین رکوع ہیں اور ساٹھ آیاتِ مبارکہ ہیں، اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا اس کے کئی اہم مضامین ہیں، وجود قیامت کے عقیدہ پر بھی دلائل ہیں، قسمیں اُٹھا کر فرمایا گیا ہے کہ قیامت واقع ہوگی اور کفار کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں، کفار اپنے زندگی کے نشہ میں مست ہیں جب حقیقت سامنے آجائے گی تو آنکھیں کھل جائیں گی، کفار کی سرکشی کے بعد ایسے برگزیدہ اشخاص کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے، جو اپنی راتیں یادالٰہی میں گزارتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں پر مغفرت طلب کرتے ہیں اور خدا کی دی ہوئی دولت اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں کچھ ایسی قوموں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور ان کی دعوت حق کو ٹھکرایا، ان واقعات کے بعد یہ بھی بتایا گیا ہے زندگی سے فائدہ اُٹھاؤ اور خدا کی پناہ میں آؤ، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب آپ کفار کی طرف سے بدکلامی جھوٹے الزامات سے پریشان نہ ہوں آپ اپنا کام کرتے رہیں، انہیں حق سناتے رہیں کہ نصیحت حاصل کریں۔ اس سے پہلی سورۃ ق کا اختتام حشر نشر کی آیات پر ہوا تھا اس سورۃ کی ابتداء میں ہوا کا، بادلوں کا ذکر ہے، دونوں سورتوں کے اس تعلق سے قیامت پر دلیل ہے کہ جیسے ہوائیں پانی کو اٹھاتی ہیں ادھر اُدھر لے جاتی ہیں پھر بارش برستی ہے اور مردہ زمین سے ہری بھری کھیتیاں اگ جاتی ہیں ایسے ہی اللہ قیامت کو قبروں سے لوگوں کو نکالے گا اور حساب ہوگا۔ اس سورۂ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے دلائل کا بھی ذکر فرمایا ہے اور رسولوں کی تکذیب کرنے سے منع فرمایا ہے، سورۂ شریف کے آخر میں جنوں انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی معرفت حاصل کریں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ﴿۲﴾
فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا
تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُکِ ﴿۷﴾ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ
مُّخۡتَلِفٍ ﴿۸﴾ یُّؤۡفَکُ عَنۡہُ مَنۡ اُفِکَ ﴿۹﴾ قُتِلَ
الۡخَرّٰصُوۡنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ ﴿۱۱﴾
یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۱۲﴾ یَوۡمَ ہُمۡ عَلَی
النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَکُمۡ ؕ ہٰذَا الَّذِیۡ
کُنۡتُمۡ بِہٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ صدق اللہ العظیم

گردو غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم (۱) بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اُٹھانے والی ہواؤں کی قسم (۲) آسانی سے چلنے والی کشتیوں کی قسم (۳) رزق کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم (۴) بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور سچا ہے (۵) بے شک جزا ضرور حاصل ہو گی (۶) اور راستوں والے آسمانوں کی قسم (۷) بے شک تم ضرور مختلف باتوں کے قائل ہو (۸) اس قرآن پاک سے وہی رو گردان کیا جاتا ہے جس کو ازل سے پھیر دیا گیا تھا (۹) اندازوں سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں (۱۰) جو غفلت میں بھولے ہوتے ہیں (۱۱) وہ پوچھتے ہیں کب آئے گا بدلے کا دن (۱۲) (آپ کہئے) جس دن اُنہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا (۱۳) اب اپنے اس عذاب کو چکھو وہ عذاب ہے جسے تم جلدی طلب کرتے تھے (۱۴)

قرآن پاک کے بارے میں غلط نظریات اوران کا رد

سعید بن مسیب فرماتے ہیں [1] صبیغ تمیمی نے عمر فاروق سے پوچھا "والذاریات ذروا" کیا ہے ؟آپ نے فرمایا آندھیاں ہیں اگر میں نے حضور سے یہ سنا نہ ہوتا تو تم کو نہ بتاتا پھر پوچھا "فالحملت وقرا" [2]

1 الذٰریت، 51:1

2 الذٰریت، 51:2

سے کیا مراد ہے ؟فرمایا بادل ، اگر میں نے حضور سے نہ سنا ہوتا تو تمہیں نہ بتاتا۔ پھر اُس نے کہا ''فالجاریات یسرا'' [1] سے کیا مراد ہے،آپ نے فرمایا یہ کشتیاں،اگر میں رسول پاک سے نہ سنا ہوتا تو نہ بتاتا پھر اس نے پوچھا''فالمقسمٰت امرا'' سے کیا مراد ہے،آپ نے فرمایا اس سے مراد فرشتے ہیں اگر میں نے رسول پاک سے سنا نہ ہوتا تو نہ بتاتا۔ [2]

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے بھی ان آیات کی تفسیر اس طرح منقول ہے،آپ نے ایک دن منبر پر فرمایا اگر کوئی سوال ہے تو مجھ سے پوچھو،ابن الکوا نامی ایک شخص کھڑا ہوا،اس نے سوال کیا فرمایا''فالذاریات'' سے مراد ہوائیں ہیں جو اُڑاتی ہیں۔''حاملات'' سے مراد بادل ہیں ''الجاریات'' سے مراد کشتیاں ہیں، المقسمات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نعمتوں کی تقسیم پر مقرر ہیں تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ہی اس زندگی کے بارہ میں تم سے بازپرس ہو گی،اور تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا ہو گی،ہم بار بار قسم اٹھا کر تمہیں بتا رہے ہیں، یہ وعدہ سچا ہے اور جزا و سزا کا دن یقیناً آئے گا،دنیوی زندگی کی اصلاح بہتری صرف اسی صورت میں ہی ہو سکتی ہے [3]

کہ آخرت پر یقین ہو جوابدہی کا تصور قائم ہو اگر قیامت کا عقیدہ نہ ہو کسی حساب کتاب کا تصور نہ ہو تو زندگی جیسے چاہے گزارے، کسی سے انصاف، دیانت، شرافت کے اصول ختم ہو جائیں گے جس قدر یہ عقیدہ مضبوط ہوتا چلا جائے گا میری جواب طلبی ہو گی، نامہ اعمال کھولا جائے گا،اسی قدر اس کی اصلاح ہوتی جائے گی، آسمان کی قسم اٹھائی گئی ہے جس میں راستے ہیں وہ آسمان جس میں ستاروں کی مختلف حرکات کے سبب بے شمار راستے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کفار سے فرمایا گیا تم حضور ﷺ کے بارہ میں مختلف نظریات رکھتے ہو، تمہاری کوئی قطعی دلیل نہیں کبھی میرے محبوب کو جادو گر کہتے ہو کبھی مجنوں کہتے ہو کبھی شاعر کہتے ہو تمہاری طرف سے یہ تمام الزامات غلط ہیں ایسے ہی تم قرآن مقدس کے بارہ میں مختلف باتیں کہتے ہو، کبھی جادو کہتے ہو کبھی شعر کہتے ہو کبھی اسے پرانے قصے کہتے ہو۔ قیامت کے بارہ میں بھی تمہارے ایسے ہی نظریات ہیں جو شخص روگردانی کرتا ہے اُسے اللہ اور قرآن پر ایمان لانے سے روک دیا جاتا ہے، محض اندازے لگانے والوں کی بربادی ہو وہ لوگ

---

1 الذریت،51:3
2 الذریت،51:4
3 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص4/54

غفلت کے نشہ میں مست ہیں۔ حضور ﷺ کے بارہ میں ان کی باتیں محض قیاس آرائی ایسے لوگ بری طرح ناکام ہیں ایسے لوگوں کو محشر میں کہا جائے گا اور ان سے زندگی کا حساب لیا جائے گا کہ تم نے ہماری دی ہوئی عقل کو کس طرح برباد کیا، ہماری دی ہوئی دولت کو کس طرح ضائع کیا، محبوب پاک! وہ پوچھتے ہیں قیامت کب ہوگی اُن کا یہ پوچھنا محض استہزاء تھا، ضد تھی اس کا جواب دیا گیا جس دن انہیں آگ میں جلایا جائے گا کہا جائے گا اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے وہ جسے جلدی چاہتے تھے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس دن باغات اور چشموں میں ہوں گے (۱۵) اور وہ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انہیں دے گا بے شک اس سے پہلے (دنیا میں) نیک کام کرنے والے تھے (۱۶) وہ رات کو کم سوتے تھے (۱۷) اور رات کے پچھلے حصہ میں مغفرت طلب کرتے تھے (۱۸) اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا (۱۹) اور یقین رکھنے والوں کیلئے زمین میں بہت نشانیاں ہیں (۲۰) اور تمہارے نفسوں میں بھی بہت نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں (۲۱) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور (وہ سب کچھ بھی) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (۲۲) آسمان اور زمین کے رب کی قسم یہ قرآن ضرور برحق ہے جیسا کہ تمہارا بولنا برحق ہے (۲۳)

قیامت کے دن متقین کے حالات

قیامت کے دن متقین کے حالات کا ذکر فرمایا جارہاہے ، متقین کیلئے قیامت کے دن انعام کا ذکر ہے کہ وہ باغات میں ہوں گے ، ان کیلئے چشمے ہوں گے متقی کون ہے وہ بھی متقی ہے جو شرک اور کفر سے بچارہاوہ بھی متقی ہے جو کفر وشرک اور کبیرہ گناہوں سے محفوظ رہا، ان کیلئے وہاں پھل دار درخت ہوں گے دریا بہہ رہے ہوں گے جنتی لوگ چشموں میں ہوں گے ، جنتی لینے والے ہوں گے جو کچھ انہیں ان کا رب عطافرمائے گا، ان کی صفت یہ بھی فرمائی کہ دنیا میں نیک کام کرنے والے تھے ، رات کو کم سوتے تھے ، زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت انصار کے حق میں اُتری جو مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد نبوی میں پڑھتے تھے پھر قباء میں گھروں کو جاتے تھے ، [1]

رات کو عبادت کرنے کے متعلق حضور ﷺ کا یہ ارشاد واضح راہنمائی کر رہا ہے ، عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کو محبوب روزے وہ ہیں جو حضرت داؤد کے روزے ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے ، اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد کی نماز ہے وہ نصف رات تک سوتے تھے ، تہائی رات میں قیام کرتے تھے پھر رات کے آخری چوتھے حصہ میں سو جاتے تھے ، [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان اول پر جلوہ گری فرماتا ہے جب رات کا تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو وہ فرماتا ہے ، ہے کوئی جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں ، ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں ، ہے کوئی جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اسے بخش دوں ، طلب مغفرت کیلئے سحری کا وقت حسین ترین وقت ہے ، [3]

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے جب اپنے باپ سے معذرت کی تو آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے استغفار کروں گا یہ وعدہ تھا کہ سحری کے وقت معافی طلب کروں گا۔ سعید جریری کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ) ، تفسیر طبری ، ص 22/ 407

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ) ، الجامع الصحیح ، للبخاری ، احب الصلاۃ الی اللہ الرقم 3420 ص 4/ 161
محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ) ، الجامع الصحیح للبخاری ، باب النھی عن صوم الدھر الرقم 1159 ص 2/ 816
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ) ، السنن نسائی ، باب ذکر الصلاۃ نبی اللہ داؤد الرقم 1930 ص 3/ 214

3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ) ، الجامع الصحیح للبخاری ، باب الدعاء فی صلاۃ من آخر اللیل الرقم 1145 ص 2/ 53
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ) ، الجامع الصحیح للمسلم ، باب الدعاء فی صلاۃ من آخر اللیل الرقم 758 ص 1/ 521
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ) ، سنن ابن ماجه ، باب ماجاء فی ای ساعات اللیل الرقم 1366 ص 1/ 435

نے جبریل سے پوچھا رات کا کون سا وقت افضل ہے، انہوں نے کہا میں نہیں جانتا لیکن مجھے یہ علم ہے سحر کے وقت عرش ہلنے لگتا ہے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے، میں روئے زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں جو لوگ تہجد پڑھتے ہیں میری خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں، سحر کو استغفار کرتے ہیں تو عذاب ٹال دیتا ہوں، مومنین کی ایک صفت یہ فرمائی کہ ان کے مالوں میں سائلوں کا اور محروموں کا حق تھا، یہ بتانا مقصود ہے کہ تمہارے مالوں میں سائلوں کا اور محروموں کا حق ہے، سائل سے مراد سوال کرنے والا اور محروم سے مراد غیر بولنے والے جانور کہ جانوروں پر بھی مال خرچ ہوتا ہے۔اس پر بھی اجر ملتا ہے۔[2]

اگلی آیہ پاک میں فرمایا تمہاری جانوں میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں، دیکھتے کیوں نہیں، اس آیہ پاک کے کئی معانی و تراجم کیئے گئے ہیں، صوفیاء نے یہ کہا آسمان سات ہیں تو زمین کے پردے بھی سات ہیں، لوح محفوظ کا نقشہ ذہن ہے جو اس کے اندر ہے۔ سورج چاند کا نقشہ آنکھیں ہیں جو اسکے اندر ہیں، عرش الٰہی کا نقشہ بھی اس کے اندر ہے جسے دل کہا جاتا ہے، عرش پر بھی خدا کے جلوے ہیں، قلب مومن پر بھی، دریاؤں، نہروں کا نقشہ اس کے اندر ہے، بڑی رگیں بڑی نہروں کا نقشہ ہیں اور چھوٹی رگیں چھوٹی نہروں کا نقشہ ہیں، زمین پر میٹھا کڑوا پانی ہے تو وہ بھی اس کے اندر ہے، آنکھوں کا پانی کڑوا ہے، منہ کا پانی میٹھا ہے، زمین پر درخت اگتے ہیں کٹ جاتے ہیں ایسے انسان کے بال ہیں اگتے ہیں کٹ جاتے ہیں، زمین پر لڑائیاں جھگڑے جنگیں ہیں تو انسان کے اندر بھی نفس، شیطان روح کی جنگیں لگی رہتی ہیں۔ فرمایا گیا آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، آسمان و زمین کے رب کی قسم ہے قرآن مقدس برحق کتاب ہے، حضرت حسن بصری فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اس قوم کو برباد کردے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر بات کی اور انہوں نے اُسے نہ مانا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آسمان و زمین کے رب کی قسم یہ قرآن برحق ہے۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد (المتوفی 235ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ، باب کلام عیسیٰ ابن مریم الرقم 34429 ص 7/66

2 محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225)، تفسیر مظہری، ص 89/82

3 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 9/161

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ
﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ
قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ
سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ
﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ
وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ
صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ
﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ
﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی (۲۴) جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا سلام تو (ابراہیم نے) ان کا سلام سے جواب دیا (اور سوچا) وہ اجنبی لوگ ہیں (۲۵) پھر آپ اپنے گھر گئے اور بھنا ہوا موٹا تازہ بچھڑا لے آئے (۲۶) سو بچھڑا اُن کے سامنے رکھ کر کہا کیا تم کھاتے نہیں (۲۷) پھر ابراہیم کو ان سے خوف محسوس ہوا ،انہوں نے کہا آپ ڈریں مت اور ان کو علم والے لڑکے کی خوشخبری دی (۲۸) پھر ان کی بیوی روتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہا (میں تو) بڑھیا ہوں اور بانجھ ہوں (۲۹) انہوں نے کہا آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے بے شک وہی بہت حکمت والا بے حد علم والا ہے (۳۰)

ابرہیمؑ ولوطؑ کا ذکر

ان آیات مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے معزز مہمانوں کا ذکر فرمایا ہے ،اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے لوط علیہ السلام کی بدکردار قوم کو عذاب دینے کیلئے لوط علیہ السلام کی بستی سدوم میں جانے سے پہلے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے ہاں گئے۔ وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اجنبی شکل میں گئے ،ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمانی کیلئے بھنے ہوئے بچھڑے کا گوشت پیش کیا انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو آپ خوف زدہ ہوگئے کہ کہیں مجھے نقصان دینے تو نہیں آئے۔ ابراہیم علیہ السلام کو ان فرشتوں نے بتایا ہم اللہ کے فرشتے ہیں ،انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو علم والے بیٹے کی خوشخبری سنائی پھر بتایا وہ لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب پہنچانے کیلئے آئے ہیں ، یہ فرشتے تعداد میں گیارہ تھے یا کچھ کم۔ حضرت سارہ کہیں قریب ہی

تھیں، اور فرشتوں کی ساری گفتگو سن رہی تھیں، اس وقت آپ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰اسال تھی، حضرت سارہ نے جب بچے کی ولادت کی خوشخبری سنی تو جس مقام پر ابراہیم علیہ السلام اور فرشتے باتیں کررہے تھے، وہاں آگئیں اور کہا بچے کی خوشخبری کی بات کیسی ہے، میں تو بوڑھی ہو چکی ہوں، میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا حضرت سارہ کے منہ سے غیر اختیاری طور پر کچھ الفاظ حیرت و تعجب کے نکلے اور یہ کہا بوڑھی ہوں بانجھ ہوں اسی حیرت میں اپنے منہ پر طمانچہ مارا فرشتوں نے کہا تیرے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے وہ دانا ہے حکمت والا ہے، کوئی حقیقت نہیں، حضرت سارہ نے تو بچے کی خوشی سن کر حیرت سے طمانچہ مارا، شہادت حسین پاک میں کونسی خوشی ہے کہ منہ پیٹا جائے۔[1]

ان آیات مبارکہ میں فرشتوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرمایا گیا حالانکہ وہ آپ کے مہمان نہ تھے چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اپنا مہمان گمان کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب نہیں کی اور انہیں ابراہیم علیہ السلام کا مہمان ہی فرمادیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، الرقم2466ص4/ 642
ن ماجه محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الهم بالدینا الرقم4107ص2/ 1376
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب 30 الرقم2466ص4/ 224